نظرثانی واضافہ شدہ سوم ایڈیشن: ماہِ شعبان 1441ھ/اپریل 2020

زکوٰۃ کے بنیادی مسائل سمجھنے کے لیے ایک عام فہم رسالہ

# اَحکامِ زکوٰۃ

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

# پیش لفظ

تقریباً تین سال پہلے زکوٰۃ کے بنیادی احکام سے متعلق ایک مختصر سا رِسالہ تحریر کیا تھا جو کہ ہزار کی تعداد میں شائع ہو کر تقسیم کیا گیا، جو کہ بہت زیادہ مفید ثابت ہوا، پھر گذشتہ دو سالوں میں اس میں کچھ مسائل کا اضافہ کیا گیا، پھر اس سال ماہِ شعبان میں اس کو اپنے ''سلسلہ اصلاحِ اَغلاط'' میں نظر ثانی اور غیر معمولی اضافہ کے ساتھ قسط وار شائع کیا، اب انھی اقساط کو یکجا کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی سے اس سلسلے کو کافی سراہا گیا اور اس کو مفید قرار دیا گیا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق اور کرم نوازی کی بدولت ہی ممکن ہوا۔

حضرات اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اس تحریر میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، بندہ ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ خیراً

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرما کر بندہ کے لیے، بندہ کے والدین، اہل وعیال، خاندان، اساتذہ کرام، حضرات اکابر، احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

بندہ مبین الرحمٰن
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
شعبان المعظم 1441ھ/اپریل 2020
03362579499

# اجمالی فہرست


- زکوٰۃ کا علم حاصل کیجیے ! مع زکوٰۃ سے متعلق عمومی غلطیوں کا مختصر تذکرہ--------4
- زکوٰۃ کی شرائط، اَموال اور نِصاب مع زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق غلط فہمی کا اِزالہ--------------------------------------------11
- سونے، چاندی اور رقم کی زکوٰۃ سے متعلق وضاحتیں-------------------23
- مالِ تجارت کی زکوٰۃ کے بنیادی احکام------------------------------29
- قرضوں اور واجب الاداءرُ قوم سے متعلق زکوٰۃ کے احکام----------------36
- زکوٰۃ میں سال گزرنے کی شرط کے بنیادی احکام-----------------------41
- زکوٰۃ میں ذاتی ملکیت کی حقیقت اور اہمیت---------------------------47
- زکوٰۃ کس کو دینا جائز ہے؟----------------------------------------54
- زکوٰۃ کتنی ادا کرنی ہے؟ مع زکوٰۃ کے متفرّق مسائل-----------------------61
- زکوٰۃ فارم-------------------------------------------------------65

# زکوٰۃ کا علم حاصل کیجیے!

## مع زکوٰۃ سے متعلق عمومی غلطیوں کا مختصر تذکرہ

تفصیلی فہرست:


- زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔
- زکوٰۃ سے متعلق علم حاصل کرنا فرض ہے۔
- زکوٰۃ کے مسائل سیکھنے سے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ۔
- زکوٰۃ سے متعلق مسائل سیکھنے کے فوائد۔
- زکوٰۃ سے متعلق عمومی غلط فہمیاں۔
- اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی قبولیت۔

## زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے:

زکوٰۃ اسلام کے ارکان اور فرائض میں سے ایک اہم ترین رکن اور فرض ہے، قرآن وسنت میں اس کی بڑی تاکید اور اس کے بہت سے فضائل اور فوائد موجود ہیں، اسی طرح زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے متعلق شدید وعیدیں بھی موجود ہیں۔ ان تمام آیات اور احادیث سے زکوٰۃ کے حکم کی اہمیت اور تاکید بخوبی معلوم ہوجاتی ہے۔ اور یہ بات تو بالکل ظاہر ہے ہی کہ انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک زکوٰۃ کی ادائیگی کے بہت سے فوائد ہیں جن کا احاطہ اس مختصر تحریر میں مشکل ہے۔

## زکوٰۃ سے متعلق علم حاصل کرنا فرض ہے:

چوں کہ زکوٰۃ اسلام کے فرائض میں سے ہے اس لیے اس سے متعلق علم حاصل کرنا بھی فرض ہے کیوں کہ اس کے بغیر نہ تو زکوٰۃ کے فرض ہونے کا علم ہوسکتا ہے اور نہ ہی زکوٰۃ کی ادائیگی ٹھیک طرح ہوسکتی ہے، ظاہر ہے کہ عمل کی درستی کے لیے علم ضروری ہے۔ اور یہ بات کس قدر افسوس اور دکھ والی ہے کہ ایک مسلمان زندگی بھر زکوٰۃ کی ادائیگی کرتا رہے لیکن شریعت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے وہ غلطیوں کا شکار رہے اور اس کی زکوٰۃ کی ادائیگی شریعت کے نزدیک درست نہ ہو، جس کے نتیجے میں ظاہر ہے کہ اس کی زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگی!

اس لیے ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ زکوٰۃ سے متعلق بنیادی اور ضروری علم حاصل کرلے تاکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم حسنِ خوبی کے ساتھ بجالایا جاسکے۔

## زکوٰۃ کے مسائل سیکھنے سے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم مالدار ہی نہیں ہیں تو ہم زکوٰۃ کا علم کیوں حاصل کریں؟ حالاں کہ یہ غلط فہمی ہے، کیوں کہ جس طرح مالدار حضرات کے لیے زکوٰۃ سے متعلق علم حاصل کرنا ضروری ہے اسی طرح ان حضرات کے لیے بھی زکوٰۃ کا علم حاصل کرنا ضروری ہے جو مالدار نہیں ہیں، اس کی متعدد وجوہات ہیں:

1۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کا علم حاصل کرنے کے بعد ہی انھیں معلوم ہوگا کہ ہمارے پاس جو مال فی الحال

موجود ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے بھی یا نہیں۔

2۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مال تو آنے جانے والی چیز ہے، اس لیے جب کبھی ایسے حضرات کے پاس مال آئے گا تو انھیں پہلے ہی سے علم ہو گا کہ ہم پر زکوٰۃ فرض ہو گئی یا نہیں، لیکن جب زکوٰۃ کا علم ہی نہیں ہو گا تو کیسے علم ہو گا کہ اس مال کے آنے کی وجہ سے ہم پر زکوٰۃ فرض ہو گئی ہے یا نہیں؟

3۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ لینے والے حضرات کے پاس بھی اتنا علم ہونا ضروری ہے کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ ان کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے بھی یا نہیں، کیوں کہ بہت سے لوگ زکوٰۃ لیتے تو ہیں لیکن دین سے لاعلمی کی وجہ سے ان کو یہ علم نہیں ہوتا کہ ان کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں۔

4۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ جیسے اسلام کے اہم رکن کی اتنی اہمیت تو ہونی ہی چاہیے کہ اس سے متعلق علم حاصل کر لیا جائے۔

5۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ علم حاصل کرنا اپنی ذات میں بڑے فضائل اور اجر وثواب والا عمل ہے بلکہ بہت سی نفلی عبادات سے افضل بھی ہے، اس لیے علم حاصل کرنے کے نتیجے میں ایسے لوگ بڑے ہی اجر وثواب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے چاہے وہ مالدار ہو یا نہ ہو۔

## زکوٰۃ سے متعلق مسائل سیکھنے کے فوائد:

زکوٰۃ سے متعلق علم حاصل کرنے کے متعدد فوائد سامنے آتے ہیں:

- علم حاصل کرنے کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔
- علم حاصل کرنے پر اجر وثواب نصیب ہوتا ہے۔
- زکوٰۃ سے متعلق بہت سی غلطیاں اور غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں۔

- زکوٰۃ کا یہ فریضہ حسنِ خوبی کے ساتھ ادا کیا جا سکتا ہے۔
- یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں شریعت نے کس قدر آسانیاں اور سہولتیں رکھی ہیں کہ جن سے ہم لاعلمی کی وجہ سے بے خبر رہتے ہیں۔
- زکوٰۃ کی ادائیگی کے درست ہونے پر اطمینان نصیب ہو جاتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زکوٰۃ کی قبولیت کی امید بڑھ جاتی ہے۔
- دوسروں کی صحیح راہنمائی بھی کی جا سکتی ہے اور اس کا اجر و ثواب بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔
- سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو جاتی ہے۔

## زکوٰۃ سے متعلق عمومی غلط فہمیاں:

ما قبل کی تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زکوٰۃ سے متعلق علم حاصل کرنا کس قدر ضروری اور اہم ہے! لیکن دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ دینی تعلیمات سے غفلت کے نتیجے میں بہت سے مسلمان زکوٰۃ جیسے عظیم حکم کے معاملے میں بھی بڑی غلطیوں اور غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ واضح رہے کہ یہ غلطیاں زکوٰۃ کے اموال سے متعلق بھی ہیں، زکوٰۃ فرض ہونے سے متعلق بھی، زکوٰۃ کی ادائیگی سے متعلق بھی اور زکوٰۃ کے دیگر احکام سے متعلق بھی۔

ذیل میں زکوٰۃ سے متعلق چند عمومی غلطیوں کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ ایک خاکہ سامنے آجائے:

- بہت سے لوگ زکوٰۃ واجب ہونے کے بنیادی احکام سے بھی واقفیت حاصل نہیں کرتے اور نہ ہی فکرمندی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔
- بہت سے لوگوں کو زکوٰۃ کے نصاب ہی کا علم نہیں ہوتا کہ زکوٰۃ کے اموال کون کون سے ہیں اور یہ کتنے مقدار میں ہوں تو ان پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے؟
- اسی سے منسلک یہ بات بھی سمجھیے کہ بہت سے لوگ اموالِ زکوٰۃ سے متعلق بھی متعدد غلطیوں کا شکار

ہیں جیسے کہ بعض خواتین استعمالی زیورات پر زکوٰۃ فرض نہیں سمجھتیں، اسی طرح بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رقم پر زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے اس کا ضرورت سے زیادہ ہونا ضروری ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ رقم بہر صورت قابلِ زکوٰۃ مال ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی ان شاءاللہ۔

- بہت سے لوگ صرف چند چیزوں پر زکوٰۃ کا حکم لاگو کرتے ہیں اور مطمئن ہو جاتے ہیں کہ گویا کہ ان کے علاوہ دیگر اموال پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوتی، حالاں کہ اس میں کافی تفصیلات ہیں۔
- بہت سے لوگ اپنے مال کا حساب ہی نہیں لگاتے تاکہ انھیں معلوم ہو کہ ان پر زکوٰۃ فرض ہو چکی ہے یا نہیں؟ بلکہ بعض دیندار تو اسے عیب اور دنیاداری سمجھتے ہیں، حالاں کہ زکوٰۃ کے حکم کی تعمیل کے لیے اپنے مال کا حساب لگانا دین داری اور فکرِ آخرت کی علامت ہے، اس لیے حساب لگاتے رہنا چاہیے۔
- بہت سے لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ زکوٰۃ کا تعلق ہر ایک کی ذاتی ملکیت سے ہوتا ہے، اس لیے وہ زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت میاں بیوی، والدین اولاد اور اسی طرح بھائیوں کے مال کو ملا کر زکوٰۃ کا نصاب پورا کرتے ہیں، حالاں کہ یہ درست نہیں، بلکہ ہر ایک کی اپنی اپنی ملکیت کا اعتبار ہے۔
- بہت سے لوگ زکوٰۃ دیتے ہی نہیں ہیں، جن میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس کو تاوان سمجھتے ہیں معاذاللہ۔
- بہت سے لوگوں کو یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ زکوٰۃ کے مسئلہ میں نصاب پر سال گزرنے کی کیا حقیقت اور اہمیت ہے؟
- بہت سے لوگوں نے زکوٰۃ کو ماہِ رمضان کے ساتھ خاص کیا ہوا ہے، حالاں کہ اس کا تعلق تو سال گزرنے کے ساتھ ہے۔
- بعض گھرانوں میں گھر کے سربراہ کی اپنی زکوٰۃ پورے گھر کے لیے کافی سمجھی جاتی ہے، حالاں کہ یہ درست نہیں، بلکہ جو جو افراد صاحبِ نصاب ہیں ان میں سے ہر ایک کے ذمے زکوٰۃ فرض ہے۔
- بہت سے لوگ زکوٰۃ تو دیتے ہیں لیکن کتنی زکوٰۃ دینی ہے اس کا علم حاصل نہیں کرتے، جس کے نتیجے میں

بسا اوقات مطلوبہ مقدار میں زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہو پاتی۔

- بہت سے لوگ زکوٰۃ تو دیتے ہیں لیکن اس کی تحقیق نہیں کرتے کہ کس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور کس کو دینا ناجائز ہے، اسی طرح بہت سے لوگ غیر معتمد رفاہی اداروں کو بھی زکوٰۃ دے دیتے ہیں جو کہ زکوٰۃ کو صحیح مصرف میں خرچ نہیں کرتے۔
- بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے۔
- بعض لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی میں نام ونمود کا جذبہ رکھتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ زکوٰۃ دیتے وقت دوسروں کی عزتِ نفس کا خیال نہیں رکھتے، بلکہ بعض تو احسان بھی جتلاتے ہیں؛ یہ سب قابلِ اصلاح باتیں ہیں۔

اس طرح کی متعدد غلط فہمیاں ہمارے معاشرے میں رائج ہیں، جن کے نتیجے میں زکوٰۃ کا فریضہ نہایت ہی متاثر ہو جاتا ہے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی تک چلا جاتا ہے۔ زیرِ نظر تحریر میں زکوٰۃ کے بنیادی احکام تفصیل سے ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ زکوٰۃ کی حقیقت اور احکام بھی معلوم ہو جائیں اور ساتھ ساتھ ان مذکورہ غلطیوں کا بھی ازالہ ہو سکے۔

## اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی قبولیت:

اللہ کی بارگاہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ درج ذیل باتوں پر عمل کیا جائے:

- زکوٰۃ سے متعلق علم حاصل کیا جائے۔
- شریعت کے مطابق زکوٰۃ کی ادائیگی کی جائے۔
- صرف انھی کو زکوٰۃ دی جائے جو شریعت کی نگاہوں میں مستحق ہوں۔
- دلی رضامندی اور خوشی خوشی زکوٰۃ کی ادائیگی کی جائے۔

- اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے زکوٰۃ کی ادائیگی کی جائے اور ہر قسم کے نام و نمود کے جذبے سے اجتناب کیا جائے۔
- زکوٰۃ دے کر احسان نہ جتلایا جائے۔
- زکوٰۃ دیتے ہوئے دوسروں کی عزتِ نفس مجروح نہ کی جائے۔

ان مذکورہ باتوں کی رعایت کرنے سے زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو سکے گی ان شاء اللہ۔

# زکوٰۃ کی شرائط، اَموال اور نِصاب

## مع زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق غلط فہمی کا اِزالہ

### تفصیلی فہرست:

- زکوٰۃ کی بنیادی شرائط۔
- زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟
- زکوٰۃ میں صاحبِ نصاب ہونے کی شرط۔
- زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق بعض غلط فہمیوں کا اِزالہ۔
- زکوٰۃ کے نصاب کے اعتبار سے مسلمانوں کے تین طبقات۔
- زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کے نصاب میں فرق۔
- زکوٰۃ کن چیزوں پر فرض ہوتی ہے؟
- زکوٰۃ کے نصاب کی تفصیل۔
- **فائدہ برائے اہلِ علم:** سونے اور چاندی کے نصابِ زکوٰۃ کی جدید مقدار کی وضاحت۔

## زکوٰۃ کی بنیادی شرائط:

یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ زکوٰۃ ہر مسلمان پر فرض نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے متعدد شرائط ہیں کہ ان شرائط کے پائے جانے کے بعد ہی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، ذیل میں زکوٰۃ کی بنیادی شرائط کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے:

1۔ مسلمان ہونا، کیوں کہ ایمان سے محرومی کی وجہ سے غیر مسلم پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

2۔ بالغ ہونا، کیوں کہ نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی اگرچہ وہ صاحبِ نصاب ہی کیوں نہ ہو۔

**مسئلہ**: جو نابالغ بچہ اس حال میں بالغ ہوا کہ اس کی ملکیت میں نصاب کے برابر مال موجود تھا تو اسی بلوغت کی تاریخ سے اس کے زکوٰۃ کا سال شروع ہوجائے گا اور سال گزرنے کی صورت میں اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوگی، جس کی تفصیل آگے آئے گی ان شاءاللہ۔

3۔ عاقل ہونا، کیوں کہ مجنون یعنی پاگل شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی اگرچہ وہ صاحبِ نصاب ہی کیوں نہ ہو۔

**مسئلہ**: جو شخص پاگل اور مجنون ہو پھر اس کو اس حال میں اِفاقہ ہوجائے کہ اس کی ملکیت میں نصاب کے برابر مال موجود ہو تو اسی افاقہ کی تاریخ سے اس کے زکوٰۃ کا سال شروع ہوجائے گا اور سال گزرنے کی صورت میں اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوگی، جس کی تفصیل آگے آئے گی ان شاءاللہ۔

4۔ صاحبِ نصاب ہونا، کیوں کہ جو صاحبِ نصاب نہ ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

## زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟

مذکورہ شرائط کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ مسلمان جو عاقل، بالغ اور صاحبِ نصاب ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔
(ردالمحتار، فتاویٰ ہندیہ ودیگر کتبِ فقہ)

## زکوٰۃ میں صاحبِ نصاب ہونے کی شرط:

ماقبل میں مذکورہ شرط نمبر 4 سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ زکوٰۃ ہر شخص پر فرض نہیں بلکہ اس کے لیے شریعت نے ایک خاص نصاب مقرر فرمایا ہے، جس شخص کے پاس اُس نصاب کے برابر مال ہو تو اس کو

صاحبِ نصاب کہتے ہیں، صرف اسی پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے،اور جو شخص صاحبِ نصاب نہ ہو تواس پر زکوۃ فرض نہیں ہوتی۔ اس لیے ہر مؤمن کو اچھی طرح زکوۃ کا نصاب سمجھ لینا چاہیے تاکہ اس کو زکوٰۃ کے فرض ہونے یا نہ ہونے کا علم ہو سکے۔

زکوٰۃ کا تفصیلی نصاب بیان کرنے سے پہلے زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری ہے تاکہ اسی کی روشنی میں نصاب کی تفصیل بیان کی جاسکے۔

## زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق بعض غلط فہمیوں کا اِزالہ

ہمارے معاشرے میں عمومی طور پر زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق درج ذیل غلط فہمیاں رائج ہیں:

1۔ بہت سے لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ جس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، گویا کہ ان کے نزدیک زکوٰۃ کا مستحق ہونے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہو۔

2۔اسی طرح بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں بھی مبتلا ہیں کہ جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے تو صرف اسی پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے،اور جس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں تو اس پر صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب نہیں۔

یاد رہے کہ یہ واضح غلط فہمیاں ہیں، کیوں کہ نصاب کو دیکھتے ہوئے زکوٰۃ کے معاملے میں مسلمانوں کے تین طبقات ہیں:

## زکوٰۃ کے نصاب کے اعتبار سے مسلمانوں کے تین طبقات:

- پہلا وہ طبقہ جن پر زکوٰۃ فرض ہے۔
- دوسرا وہ طبقہ جن کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔
- تیسرا وہ طبقہ جن پر زکوٰۃ فرض بھی نہیں اور ان کے لیے زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق مسلمانوں میں تین طبقے

پائے جاتے ہیں:

**پہلا طبقہ:** جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب موجود ہوتا ہے۔

**حکم:** ان کے ذمّے زکوٰۃ بھی فرض ہے، اور اگر صدقۃ الفطر اور قربانی کے ایام میں یہ نصاب موجود ہو تو ان کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب ہیں۔

**دوسرا طبقہ:** جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب بھی نہیں ہوتا، اور صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب بھی نہیں ہوتا۔

**حکم:** ان کے ذمّے زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی میں سے کوئی حکم بھی لازم نہیں ہوتا، یہی وہ طبقہ ہے جن کو زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور صدقاتِ واجبہ دینا جائز ہے۔

**تیسرا طبقہ:** جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہیں ہوتا البتہ صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب موجود ہوتا ہے۔

**حکم:** ان کے ذمّے زکوٰۃ تو فرض نہیں البتہ صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہیں، یہ وہ طبقہ ہے کہ ان کے لیے بھی زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

## زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کے نصاب میں فرق:

زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کے نصاب میں فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ میں تو صرف چار چیزوں یعنی سونا، چاندی، رقم اور سامانِ تجارت کا اعتبار کیا جاتا ہے، جبکہ صدقۃ الفطر میں ان چار چیزوں کے علاوہ ضرورت سے زائد سامان اور مال کا بھی حساب کیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان چار چیزوں کی وجہ سے صاحبِ نصاب بنا ہے تو اس کو زکوٰۃ کا نصاب کہا جاتا ہے، لیکن اگر وہ ضرورت سے زائد سامان کی وجہ سے صاحبِ نصاب بنا ہے تو اس کو صدقۃ الفطر کا نصاب کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ صدقہ الفطر اور قربانی کا نصاب ایک ہی ہے۔

**مذکورہ تفصیل سے یہ احکام ثابت ہوتے ہیں:**

1۔ جس شخص کے پاس زکوٰۃ کا نصاب موجود ہے تو اس کے ذمّے زکوٰۃ بھی فرض ہے اور اس کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب ہے، اور ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں۔

2۔ جس شخص کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہ ہو لیکن صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ تو فرض نہیں البتہ اس کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے، اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

3۔ زکوٰۃ صرف اسی شخص کو دینا جائز ہے جس کے پاس زکوٰۃ کا نصاب بھی نہ ہو اور صدقۃ الفطر کا نصاب بھی نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ دیتے وقت صرف یہ دیکھنا کافی نہیں کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں، بلکہ زکوٰۃ دیتے وقت یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس کے پاس صدقۃ الفطر اور قربانی جتنا نصاب ہے یا نہیں۔

امید ہے کہ ان اُصولی باتوں سے متعدد غلط فہمیوں کا اِزالہ ہوسکے گا۔

- الجوہرۃ النیرۃ شرح مختصر القدوری میں ہے:

(قَوْلُهُ: وَلَا يَجُوزُ دَفْعُ الزَّكَاةِ إلَى مَنْ يَمْلِكُ نِصَابًا مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ) سَوَاءٌ كَانَ النِّصَابُ نَامِيًا أَوْ غَيْرَ نَامٍ، حَتَّى لَوْ كَانَ لَهُ بَيْتٌ لَا يَسْكُنُهُ يُسَاوِي مِائَتَيْ دِرْهَمٍ لَا يَجُوزُ صَرْفُ الزَّكَاةِ إلَيْهِ، وَهَذَا النِّصَابُ الْمُعْتَبَرُ فِي وُجُوبِ الْفِطْرَةِ وَالْأُضْحِيَّةِ، قَالَ فِي «الْمَرْغِينَانِيِّ»: إذَا كَانَ لَهُ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ قِيمَتُهَا أَقَلُّ مِنْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ يَحِلُّ لَهُ الزَّكَاةُ وَتَجِبُ عَلَيْهِ، وَلِهَذَا يَظْهَرُ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ نِصَابُ النَّقْدِ مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ بَلَغَ نِصَابًا مِنْ جِنْسِهِ أَوْ لَمْ يَبْلُغْ، وَقَوْلُهُ: إلَى مَنْ يَمْلِكُ نِصَابًا بِشَرْطِ أَنْ يَكُونَ النِّصَابُ فَاضِلًا عَنْ حَوَائِجِهِ الْأَصْلِيَّةِ.

یہ اصولی باتیں اچھی طرح ذہن نشین کرلیجیے تاکہ بعد میں ذکر کیے جانے والے مسائل سمجھنے میں سہولت رہے۔

## زکوٰۃ کن چیزوں پر فرض ہوتی ہے؟

بنیادی طور پر زکوٰۃ صرف چار چیزوں پر فرض ہوتی ہے جن کو اموالِ زکوٰۃ کہا جاتا ہے:

- سونا۔
- چاندی۔
- سامانِ تجارت۔
- رقم۔(ردالمحتار،اصلاحی خطبات)

**تنبیہ:** مویشی، زراعت، مدفون خزانے اور معدنیات سے متعلق زکوٰۃ وغیرہ کے احکام معلوم کرنے کے لیے حضرات اہلِ علم سے رابطہ فرمائیں۔

## زکوٰۃ کے نصاب کی تفصیل:

1۔ جس شخص کے پاس صرف سونا ہو، باقی تین چیزوں (یعنی چاندی، رقم اور مالِ تجارت) میں سے کچھ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں سونے کا نصاب ساڑھے سات (7.5) تولہ یعنی 87.48 گرام سونا ہے، جو سونا اس سے کم ہو اس پر زکوٰۃ نہیں۔

2۔ جس شخص کے پاس ان چار چیزوں میں سے صرف چاندی یا صرف سامانِ تجارت یا صرف رقم ہو تو ایسی صورت میں ان میں سے ہر ایک کا نصاب ساڑھے باون (52.5) تولہ یعنی 612.32 گرام چاندی ہے۔ جو چاندی ساڑھے باون تولے سے کم ہو، اسی طرح جو سامانِ تجارت یا رقم ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔

3۔ کسی شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سے کم سونا ہو، لیکن ساتھ ساتھ اس کے پاس کچھ چاندی یا کچھ سامانِ تجارت یا کچھ رقم بھی ہو تو اس صورت میں اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو ان پر زکوٰۃ ہے، ورنہ نہیں۔

4۔ کسی شخص کے پاس یہ چاروں چیزیں (یعنی سونا، چاندی، سامانِ تجارت، رقم) ہوں یا ان میں سے بعض چیزیں ہوں لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی اپنے نصاب تک نہیں پہنچتی ہو تو اس صورت میں ان سب کو ملا کر ان کی مجموعی قیمت کا حساب لگائیں گے، اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو اس شخص پر زکوٰۃ ہے، ورنہ نہیں۔

5۔ کسی شخص کے پاس ان چار چیزوں (یعنی سونا، چاندی، سامانِ تجارت، رقم) میں سے کوئی ایک یا ایک سے زائد چیزیں نصاب کو پہنچتی ہوں اور ساتھ میں اس کے پاس ان باقی چیزوں میں سے بھی کچھ کچھ موجود ہو تو سب کو ملا کر ان کی مجموعی قیمت کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ (ردالمحتار، بہشتی زیور، نوادر الفقہ)

## خلاصہ:

ماقبل کی تفصیل کے مطابق صرف ایک صورت میں زکوٰۃ کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا ہے یعنی کہ جب صرف سونا ہو اور باقی دیگر تین چیزوں میں سے کوئی بھی چیز نہ ہو، جبکہ باقی تمام صورتوں میں زکوٰۃ کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے۔

## مذکورہ چار چیزوں کے علاوہ دیگر چیزوں پر زکوٰۃ کا حکم:

ماقبل میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ زکوٰۃ صرف چار چیزوں پر لاگو ہوتی ہے یعنی: سونا، چاندی، رقم اور مالِ تجارت۔ ان چار چیزوں کے علاوہ دیگر چیزوں جیسے: دکان، مکان، پلاٹ، گاڑی، ہیرے، جواہرات، موبائل، کمپیوٹر، فرنیچر، گھریلو سامان، کتابیں، کپڑے، جوتے، آلاتِ صنعت و حرفت، مشینیں، وغیرہ؛ ان پر زکوٰۃ نہیں، البتہ اگر یہ چیزیں تجارت کے لیے ہوں تو اس صورت میں ان پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوگا۔ (ردالمحتار)

**فائدہ:** زیرِ نظر رسالے میں زکوٰۃ کے نصاب کی متعدد صورتوں میں ساڑھے باون تولہ چاندی کو معیار بنایا گیا ہے جیسا کہ اکثر اہلِ علم حضرات کا اسی پر فتویٰ ہے۔

## فائدہ برائے اہلِ علم:

دورِ حاضر میں زکوٰۃ کے نصاب سے متعلق ساڑھے سات تولہ سونے اور ساڑھے باون تولہ چاندی کی اصطلاح عام ہے، اس حوالے سے ذیل میں یہ تحقیق ذکر کی جارہی ہے کہ موجودہ وزن میں سونے اور چاندی کا یہ جدید نصاب کیسے بنا؟ ملاحظہ فرمائیں:

### سونے اور چاندی کے نصابِ زکوٰۃ کی جدید مقدار کی وضاحت:

احادیث اور فقہ کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ چاندی کا نصابِ زکوٰۃ 200 دراہم ہے، اس سے 52.5 تولہ چاندی یوں بنتا ہے کہ ایک درہم 3.0618 گرام کا ہوتا ہے، 200 دراہم کو جب 3.0618 سے ضرب دیں گے تو 612.36 گرام بنتے ہیں، پھر اس کو تولہ میں لانے کے لیے 11.664 میں تقسیم کریں گے کیوں کہ ایک تولہ 11.664 گرام ہی کا ہوتا ہے، تو تقسیم کے بعد جواب 52.5 تولہ ہی آئے گا۔

اسی طرح احادیث اور فقہ کی کتب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سونے کا نصابِ زکوٰۃ 20 دینار ہے، اس سے 7.5 تولہ یوں بنتا ہے کہ ایک دینار 4.374 گرام کا ہوتا ہے، 20 دینار کو جب 4.374 میں ضرب دیں گے تو 87.48 گرام بنتے ہیں، پھر اس کو تولہ میں لانے کے لیے 11.664 میں تقسیم کریں گے کیوں کہ تولہ 11.664 گرام کا ہوتا ہے۔ تو تقسیم کے بعد 7.5 تولہ ہی جواب آئے گا۔

- چاندی کا نصاب: 200 دراہم = 612.36 گرام چاندی = 52.5 تولہ چاندی۔
- سونے کا نصاب: 20 مثقال/ دینار = 87.48 گرام سونا = 7.5 تولہ سونا۔

اس کی مزید تفصیل کے لیے بندہ کا رسالہ (شرعی اوزان اور پیمائشیں عصر حاضر کی روشنی میں) ملاحظہ فرمائیں۔

### نصابِ زکاۃ اور درہم و دینار سے متعلق احادیث اور فقہی عبارات

- سنن أبي داود:

1574- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ وَعَنِ الْحَارِثِ الأَعْوَرِ عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه، قَالَ زُهَيْرٌ: أَحْسَبُهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «هَاتُوا رُبْعَ

الْعُشُورِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ، وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ شَيْءٌ حَتَّى تَتِمَّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ، فَإِذَا كَانَتْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، فَمَا زَادَ فَعَلَى حِسَابِ ذَلِكَ.... الحديث

1575- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ وَسَمَّى آخَرَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ وَالْحَارِثِ الْأَعْوَرِ عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِبَعْضِ أَوَّلِ هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ -يَعْنِي فِي الذَّهَبِ- حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، فَإِذَا كَانَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ، فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذَلِكَ». -قَالَ: فَلَا أَدْرِي أَعَلِيٌّ يَقُولُ: «فَبِحِسَابِ ذَلِكَ»، أَوْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.... الحديث

- الدر المختار:

(نِصَابُ الذَّهَبِ عِشْرُونَ مِثْقَالًا وَالْفِضَّةِ مِائَتَا دِرْهَمٍ كُلُّ عَشَرَةٍ) دَرَاهِمَ (وَزْنُ سَبْعَةِ مَثَاقِيلَ)، وَالدِّينَارُ عِشْرُونَ قِيرَاطًا، وَالدِّرْهَمُ أَرْبَعَةَ عَشَرَ قِيرَاطًا، وَالْقِيرَاطُ خَمْسُ شَعِيرَاتٍ، فَيَكُونُ الدِّرْهَمُ الشَّرْعِيُّ سَبْعِينَ شَعِيرَةً وَالْمِثْقَالُ مِائَةَ شَعِيرَةٍ، فَهُوَ دِرْهَمٌ وَثَلَاثُ أَسْبَاعِ دِرْهَمٍ ....

- رد المحتار:

(قَوْلُهُ: عِشْرُونَ مِثْقَالًا) فَمَا دُونَ ذَلِكَ لَا زَكَاةَ فِيهِ وَلَوْ كَانَ نُقْصَانًا يَسِيرًا يَدْخُلُ بَيْنَ الْوَزْنَيْنِ؛ لِأَنَّهُ وَقَعَ الشَّكُّ فِي كَمَالِ النِّصَابِ فَلَا حُكْمَ بِكَمَالِهِ مَعَ الشَّكِّ، «بَحْرٌ» عَنِ «الْبَدَائِعِ». وَالْمِثْقَالُ لُغَةً: مَا يُوزَنُ بِهِ قَلِيلًا كَانَ أَوْ كَثِيرًا. وَعُرْفًا مَا يَأْتِي ط. (قَوْلُهُ: كُلُّ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَزْنُ سَبْعَةِ مَثَاقِيلَ) اعْلَمْ أَنَّ الدَّرَاهِمَ كَانَتْ فِي عَهْدِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مُخْتَلِفَةً، فَمِنْهَا عَشَرَةُ دَرَاهِمَ عَلَى وَزْنِ عَشَرَةِ مَثَاقِيلَ، وَعَشَرَةٌ عَلَى سِتَّةِ مَثَاقِيلَ، وَعَشَرَةٌ عَلَى خَمْسَةِ مَثَاقِيلَ، فَأَخَذَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنْ كُلِّ نَوْعٍ ثُلُثًا كَيْ لَا تَظْهَرَ الْخُصُومَةُ فِي الْأَخْذِ وَالْعَطَاءِ، فَثُلُثُ عَشَرَةٍ ثَلَاثَةٌ وَثُلُثٌ، وَثُلُثُ سِتَّةٍ اثْنَانِ، وَثُلُثُ الْخَمْسَةِ دِرْهَمٌ وَثُلُثَانِ، فَالْمَجْمُوعُ سَبْعَةٌ، وَإِنْ شِئْت فَاجْمَعْ الْمَجْمُوعَ فَيَكُونُ إحْدَى وَعِشْرِينَ فَثُلُثُ الْمَجْمُوعِ سَبْعَةٌ، وَلِذَا كَانَت الدَّرَاهِمُ الْعَشَرَةُ وَزْنَ سَبْعَةٍ، وَهَذَا يَجْرِي فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي الزَّكَاةِ وَنِصَابِ السَّرِقَةِ وَالْمَهْرِ وَتَقْدِيرِ الدِّيَاتِ «ط» عَنِ «الْمِنَحِ»، لَكِنَّ قَوْلَهُ تَبَعٌ لِـ«الدُّرَرِ»: وَثُلُثُ الْخَمْسَةِ دِرْهَمٌ وَثُلُثَانِ، صَوَابُهُ مِثْقَالٌ وَثُلُثَانِ. (قَوْلُهُ: وَالدِّينَارُ) أَيِ الَّذِي هُوَ الْمِثْقَالُ كَمَا فِي

«الزَّيْلَعِيّ» وَغَيْرِهِ. قَالَ فِي «الْفَتْحِ»: وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمِثْقَالَ اسْمٌ لِلْمِقْدَارِ الْمُقَدَّرِ بِهِ، وَالدِّينَارُ اسْمٌ لِلْمُقَدَّرِ بِهِ بِقَيْدِ ذَهَبِيَّتِهِ. اهـ وَحَاصِلُهُ أَنَّ الدِّينَارَ اسْمٌ لِلْقِطْعَةِ مِن الذَّهَبِ الْمَضْرُوبَةِ الْمُقَدَّرَةِ بِالْمِثْقَالِ، فَاتِّحَادُهُمَا مِنْ حَيْثُ الْوَزْنُ. (قَوْلُهُ: وَالدِّرْهَمُ أَرْبَعَةَ عَشَرَ قِيرَاطًا) فَتَكُونُ الْمِائَتَانِ أَلْفَيْ قِيرَاطٍ وَثَمَانِمِائَةِ قِيرَاطٍ. وَاعْلَمْ أَنَّ هَذَا هُوَ الدِّرْهَمُ الشَّرْعِيُّ، وَالدِّرْهَمُ الْمُتَعَارَفُ سِتَّةَ عَشَرَ قِيرَاطًا، وَزْنُهُ الرِّيَالُ الْفِرِنْجِيُّ بِالدَّرَاهِمِ الْمُتَعَارَفَةِ تِسْعَةُ دَرَاهِمَ وَقِيرَاطٌ، وَبِالدَّرَاهِمِ الشَّرْعِيَّةِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ وَخَمْسَةُ قَرَارِيطَ، وَذَلِكَ مِائَةٌ وَخَمْسَةٌ وَأَرْبَعُونَ قِيرَاطًا، فَيَكُونُ النِّصَابُ مِن الرِّيَالِ تِسْعَةَ عَشَرَ رِيَالًا وَثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ وَثَلَاثَةَ قَرَارِيطَ. اهـ ط مَعَ بَعْضِ زِيَادَةٍ وَتَصْحِيحِ غَلَطٍ وَقَعَ فِي عِبَارَتِهِ فَافْهَمْ، وَمُقْتَضَاهُ أَنَّ الدِّرْهَمَ الْمُتَعَارَفَ أَكْبَرُ مِن الشَّرْعِيِّ، وَبِهِ صَرَّحَ الْإِمَامُ السُّرُوجِيُّ فِي «الْغَايَةِ» بِقَوْلِهِ: دِرْهَمُ مِصْرَ أَرْبَعٌ وَسِتُّونَ حَبَّةً وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْ دِرْهَمِ الزَّكَاةِ، فَالنِّصَابُ مِنْهُ مِائَةٌ وَثَمَانُونَ وَحَبَّتَانِ اهـ لَكِنْ نَظَرَ فِيهِ صَاحِبُ «الْفَتْحِ» بِأَنَّهُ أَصْغَرُ لَا أَكْبَرُ؛ لِأَنَّ دِرْهَمَ الزَّكَاةِ سَبْعُونَ شَعِيرَةً، وَدِرْهَمَ مِصْرَ لَا يَزِيدُ عَلَى أَرْبَعَةٍ وَسِتِّينَ شَعِيرَةً؛ لِأَنَّ رُبُعَهُ مُقَدَّرٌ بِأَرْبَعِ خَرَانِيبَ وَالْخَرْنُوبَةُ أَرْبَعُ قَمْحَاتٍ وَسَطٍ. اهـ قُلْت: وَالظَّاهِرُ أَنَّ كَلَامَ السُّرُوجِيِّ مَبْنِيٌّ عَلَى تَقْدِيرِ الْقِيرَاطِ بِأَرْبَعِ حَبَّاتٍ كَمَا هُوَ الْمَعْرُوفُ الْآنَ، فَإِذَا كَانَ الدِّرْهَمُ الشَّرْعِيُّ أَرْبَعَةَ عَشَرَ قِيرَاطًا يَكُونُ سِتَّةً وَخَمْسِينَ حَبَّةً، فَيَكُونُ الدِّرْهَمُ الْعُرْفِيُّ أَكْبَرَ مِنْهُ، لَكِنَّ الْمُعْتَبَرَ فِي قِيرَاطِ الدِّرْهَمِ الشَّرْعِيِّ خَمْسُ حَبَّاتٍ، بِخِلَافِ قِيرَاطِ الدِّرْهَمِ الْعُرْفِيِّ، قَالَ بَعْضُ الْمُحَشِّينَ: الدِّرْهَمُ الْآنَ الْمَعْرُوفُ بِمَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَأَرْضِ الْحِجَازِ هُوَ الْمُسَمَّى فِي عُرْفِنَا بِالْقَفْلَةِ بِالْقَافِ وَالْفَاءِ عَلَى وَزْنِ تَمْرَةٍ، وَهُوَ سِتَّ عَشْرَةَ خَرْنُوبَةً، كُلُّ خَرْنُوبَةٍ أَرْبَعُ شَعِيرَاتٍ أَوْ أَرْبَعُ قَمْحَاتٍ؛ لِأَنَّا اخْتَبَرْنَا الشَّعِيرَةَ الْمُتَوَسِّطَةَ مَعَ الْقَمْحَةِ الْمُتَوَسِّطَةِ فَوَجَدْنَاهُمَا مُتَسَاوِيَتَيْنِ، وَالْقِيرَاطُ فِي عُرْفِنَا الْآنَ هُوَ الْخَرْنُوبَةُ؛ فَيَكُونُ الدِّرْهَمُ الْعُرْفِيُّ أَرْبَعًا وَسِتِّينَ شَعِيرَةً وَهُوَ يَنْقُصُ عَنِ الشَّرْعِيِّ بِسِتِّ شَعِيرَاتٍ، وَالْمِثْقَالُ الْمَعْرُوفُ الْآنَ أَرْبَعٌ وَعِشْرُونَ خَرْنُوبَةً فَهُوَ سِتٌّ وَتِسْعُونَ شَعِيرَةً فَيَنْقُصُ عَنِ الشَّرْعِيِّ بِأَرْبَعِ شَعِيرَاتٍ، فَالْمِائَتَانِ مِن الدَّرَاهِمِ الشَّرْعِيَّةِ مِائَتَا قَفْلَةٍ وَثَمَانَ عَشْرَةَ قَفْلَةً وَثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ قَفْلَةٍ، وَزَكَاتُهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ عُرْفِيَّةً وَسَبْعَةُ خَرَانِيبَ وَنِصْفُ خَرْنُوبَةٍ، وَالْعِشْرُونَ مِثْقَالًا الشَّرْعِيَّةُ أَحَدٌ وَعِشْرُونَ مِثْقَالًا عُرْفِيَّةً إِلَّا أَرْبَعَ خَرَانِيبَ، وَزَكَاتُهَا اثْنَتَا عَشْرَةَ خَرْنُوبَةً وَنِصْفُ خَرْنُوبَةٍ اهـ وَمَا ذَكَرَهُ مِنْ أَنَّ الْمِثْقَالَ الْعُرْفِيَّ سِتٌّ وَتِسْعُونَ شَعِيرَةً مُوَافِقٌ لِمَا نَقَلَهُ

الشَّارِحُ فِي «شَرْحِ الْمُلْتَقى» عَنْ «شَرْحِ التَّرْتِيبِ» مِنْ أَنَّهُ بِمِصْرَ الْآنَ دِرْهَمٌ وَنِصْفٌ. وَذَكَرَ الرَّحْمَتِيُّ عَنِ السَّيِّدِ مُحَمَّدٍ أَسْعَدَ مُفْتِي الْمَدِينَةِ الْمُنَوَّرَةِ أَنَّهُ وَقَفَ عَلَى عِدَّةِ دَنَانِيرَ قَدِيمَةٍ، مِنْهَا مَا هُوَ مَضْرُوبٌ فِي خِلَافَةِ بَنِي أُمَيَّةَ، وَمِنْهَا فِي خِلَافَةِ بَنِي الْعَبَّاسِ سَنَةَ (79) وَفِي خِلَافَةِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ سَنَةَ (83) وَفِي خِلَافَةِ الرَّشِيدِ سَنَةَ (181) وَمِنْهَا سَنَةَ (173) وَمِنْهَا فِي زَمَنِ الْمَأْمُونِ وَدَنَانِيرَ أُخَرَ مُتَقَدِّمَةً وَمُتَأَخِّرَةً وَكُلُّهَا مُتَسَاوِيَةُ الْوَزْنِ كُلُّ دِينَارٍ دِرْهَمٌ وَرُبُعٌ بِدَرَاهِمِ الْمَدِينَةِ الْمُنَوَّرَةِ كُلُّ دِرْهَمٍ مِنْهَا سِتَّةَ عَشَرَ قِيرَاطًا، وَالْقِيرَاطُ أَرْبَعُ حَبَّاتِ حِنْطَةٍ. اهـ. قُلْت: وَهَذَا مُوَافِقٌ لِمَا ذَكَرَهُ الشَّارِحُ مِنْ كَوْنِ الدِّينَارِ الشَّرْعِيِّ عِشْرِينَ قِيرَاطًا، لَكِنْ يُخَالِفُهُ مِنْ حَيْثُ اقْتِضَاؤُهُ أَنَّ الْقِيرَاطَ أَرْبَعُ حَبَّاتٍ، وَالْمِثْقَالُ ثَمَانُونَ حَبَّةً، وَالْمَذْكُورُ فِي كُتُبِ الشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنَابِلَةِ أَنَّ دِرْهَمَ الزَّكَاةِ سِتَّةُ دَوَانِقَ، وَالدَّانَقُ ثَمَانُ حَبَّاتِ شَعِيرٍ وَخُمُسَا حَبَّةٍ، فَالدِّرْهَمُ خَمْسُونَ حَبَّةً وَخُمُسَا حَبَّةٍ، وَالْمِثْقَالُ اثْنَانِ وَسَبْعُونَ شَعِيرَةً مُعْتَدِلَةً لَمْ تُقْشَرْ وَقُطِعَ مِنْ طَرَفَيْهَا مَا دَقَّ وَطَالَ وَهُوَ لَمْ يَتَغَيَّرْ جَاهِلِيَّةً وَلَا إسْلَامًا، وَمَتَى نَقَصَ مِنْهُ ثَلَاثَةُ أَعْشَارِهِ كَانَ دِرْهَمًا، وَمَتَى زِيدَ عَلَى الدِّرْهَمِ ثَلَاثَةُ أَسْبَاعِهِ كَانَ مِثْقَالًا. اهـ. قُلْت: وَعَلَيْهِ فَالدِّرْهَمُ اثْنَا عَشَرَ قِيرَاطًا كُلُّ قِيرَاطٍ نِصْفُ دَانَقٍ أَرْبَعُ حَبَّاتٍ وَخُمُسُ حَبَّةٍ، وَالْمِثْقَالُ سَبْعَةَ عَشَرَ قِيرَاطًا وَحَبَّتَانِ وَذَلِكَ؛ لِأَنَّ ثَلَاثَةَ أَسْبَاعِ الدِّرْهَمِ عَلَى تَقْدِيرِهِمْ إحْدَى وَعِشْرُونَ حَبَّةً وَثَلَاثَةُ أَخْمَاسِ حَبَّةٍ، فَإِذَا زِيدَ ذَلِكَ عَلَى الدِّرْهَمِ وَهُوَ خَمْسُونَ حَبَّةً وَخُمُسَا حَبَّةٍ بَلَغَ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ حَبَّةً، وَقَدْ ذَكَرَ فِي «سَكْبِ الْأَنْهُرِ» أَقْوَالًا كَثِيرَةً فِي تَحْدِيدِ الْقِيرَاطِ وَالدِّرْهَمِ بِنَاءً عَلَى اخْتِلَافِ الِاصْطِلَاحَاتِ، وَالْمَقْصُودُ تَحْدِيدُ الدِّرْهَمِ الشَّرْعِيِّ، وَقَدْ سَمِعْت مَا فِيهِ مِنْ الِاضْطِرَابِ وَالْمَشْهُورُ عِنْدَنَا مَا ذَكَرَهُ الشَّارِحُ. ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ الدَّرَاهِمَ وَالدَّنَانِيرَ الْمُتَعَامَلَ بِهَا فِي هَذَا الزَّمَانِ أَنْوَاعٌ كَثِيرَةٌ مُخْتَلِفَةُ الْوَزْنِ وَالْقِيمَةِ وَيَتَعَامَلُ بِهَا النَّاسُ عَدَدًا بِدُونِ مَعْرِفَةِ وَزْنِهَا وَيُخْرِجُونَ زَكَاتَهَا عَدَدًا أَيْضًا لِعُسْرِ ضَبْطِهَا بِالْوَزْنِ وَلَا سِيَّمَا لِمَنْ كَانَ لَهُ دُيُونٌ، فَإِنَّهُ إنْ قَدَّرَهَا بِالْأَثْقَلِ وَزْنًا بَلَغَتْ مِقْدَارًا، وَإِنْ قَدَّرَهَا بِالْأَخَفِّ بَلَغَتْ دُونَهُ فَيُخْرِجُونَ عَنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ قِرْشًا مِنْهَا قِرْشًا، وَعَنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً، وَهَكَذَا مَعَ أَنَّ الْوَاجِبَ فِيهَا الْوَزْنُ كَمَا مَرَّ وَيَأْتِي، فَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ مَا يُخْرِجُهُ مِنْ جِنْسِ الْقُرُوشِ الثَّقِيلَةِ أَوِ الذَّهَبِ الثَّقِيلِ حَتَّى لَا يَنْقُصَ مَا يُخْرِجُهُ بِالْعَدَدِ عَنْ رُبعِ الْعُشْرِ فَتَبْرَأُ ذِمَّتُهُ بِيَقِينٍ، بِخِلَافِ مَا إذَا أَخْرَجَ مِنْ الْخَفِيفِ فَقَطْ أَوْ مِنْهُ وَمِن الثَّقِيلِ فَإِنَّهُ قَدْ لَا يَبْلُغُ رُبُعَ عُشْرِ مَالِهِ إلَّا إذَا كَانَ جَمِيعُ مَالِهِ

مِنْ جِنْسِ الْخَفِيفِ، وَغَالِبُ أَصْحَابِ الْأَمْوَالِ عَنْ هَذَا غَافِلُونَ فَلْيُتَنَبَّهْ لَهُ. (قَوْلُهُ: وَقِيلَ: يُفْتَى فِي كُلِّ بَلَدٍ بِوَزْنِهِمْ) جَزَمَ بِهِ فِي «الْوَلْوَالِجِيَّةِ»، وَعَزَاهُ فِي «الْخُلَاصَةِ» إلَى ابْنِ الْفَضْلِ، وَبِهِ أَخَذَ السَّرَخْسِيُّ، وَاخْتَارَهُ فِي «الْمُجْتَبَى» وَ«جَمْعِ النَّوَازِلِ» وَ«الْعُيُونِ» وَ«الْمِعْرَاجِ» وَ«الْخَانِيَّةِ» وَ«الْفَتْحِ»، وَقَالَ بَعْدَهُ: إلَّا أَنِّي أَقُولُ: يَنْبَغِي أَنْ يُقَيَّدَ بِمَا إذَا كَانَتْ لَا تَنْقُصُ عَنْ أَقَلِّ وَزْنٍ كَانَ فِي زَمَنِهِ ﷺ وَهِيَ مَا تَكُونُ الْعَشَرَةُ وَزْنَ خَمْسَةٍ اهـ «بَحْرٌ» مُلَخَّصًا. زَادَ فِي «النَّهْرِ» عَنْ«السِّرَاجِ» إلَّا أَنَّ كَوْنَ الدِّرْهَمِ أَرْبَعَةَ عَشَرَ قِيرَاطًا عَلَيْهِ الْجَمُّ الْغَفِيرُ وَالْجُمْهُورُ الْكَثِيرُ وَإِطْبَاقُ كُتُبِ الْمُتَقَدِّمِينَ وَالْمُتَأَخِّرِينَ. (باب زكاة المال)

# سونے، چاندی اور رقم کی زکٰوۃ سے متعلق وضاحتیں

## تفصیلی فہرست:

- سونے اور چاندی سے متعلق وضاحت:
  - سونا اور چاندی بہر صورت قابلِ زکٰوۃ اموال ہیں۔
  - سونے اور چاندی کے زیورات کی زکٰوۃ کس طرح ادا کی جائے؟
- رقم یعنی نقدی سے متعلق وضاحت:
  - ذاتی ملکیت میں موجود رقم پر زکٰوۃ واجب ہونے کی تفصیل۔
  - رقم کی زکٰوۃ سے متعلق ایک غلط فہمی کا اِزالہ۔
  - کیا رقم پر زکٰوۃ واجب ہونے کے لیے اس کا ضرورت سے زائد ہونا ضروری ہے؟

# اموالِ زکوٰۃ سے متعلق وضاحتیں اور تفصیلات

ما قبل میں جو چار اموالِ زکوٰۃ یعنی سونا، چاندی، رقم اور مالِ تجارت، اور ان کا نصاب ذکر ہوا؛ ذیل میں ان سے متعلق وضاحتیں اور تفصیلات ذکر کی جاتی ہیں۔

# سونے اور چاندی سے متعلق وضاحت

## سونا اور چاندی بہر صورت قابلِ زکوٰۃ اموال ہیں:

سونا اور چاندی بہر صورت قابلِ زکوٰۃ اموال ہیں، اس لیے درج ذیل تمام صورتوں میں ان کو زکوٰۃ کے نصاب میں شمار کیا جائے گا:

- سونا اور چاندی زیورات کی شکل میں ہوں۔
- سونا اور چاندی کے زیورات چاہے استعمال کے لیے ہوں یا ویسے ہی رکھے رہتے ہوں۔
- سونا اور چاندی ڈلی یا برتنوں یا کسی بھی شکل میں ہوں۔
- سونا اور چاندی تجارت کے لیے ہوں یا اپنے پاس رکھنے کے لیے ہوں۔

(رد المحتار، ہندیہ، زکوٰۃ کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

## سونے اور چاندی کے زیورات کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے؟

سونے اور چاندی کے زیورات کی زکوٰۃ قیمتِ فروخت کے اعتبار سے ادا کی جائے گی، اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ سونا اور چاندی اگر تجارت کے لیے ہوں اور اس کے زیورات بنائے گئے ہوں تو ایسی صورت میں ان زیورات میں موجود نگینہ، موتی، ٹانکہ وغیرہ کو شامل کرکے ان کی مجموعی قیمتِ فروخت کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی کیوں کہ یہ سب کچھ مالِ تجارت ہے، لیکن اگر سونا اور چاندی تجارت کے لیے نہ ہوں جیسا کہ گھروں میں زیورات وغیرہ ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں نگینہ، موتی، ٹانکہ وغیرہ کے بجائے صرف خالص سونے اور چاندی کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی، کیوں کہ سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر چیزیں یعنی نگینہ، موتی وغیرہ جب تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ مزید تفصیل کے لیے درج ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

○ استاد محترم حضرت اقدس مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دام ظلہم تحریر فرماتے ہیں کہ :

دکان دار کے لیے زیور کی زکوٰۃ میں قیمتِ فروخت کا اعتبار ہے اور وہ بھی تھوک کی قیمت کا اعتبار ہے، اگر زیور میں سونا کم ہے لیکن نگینہ اور بنوائی وغیرہ کی وجہ سے قیمت زیادہ ہے اور وہ زیادہ قیمت پر فروخت ہوگا تو اس زائد قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے کیوں کہ یہ مالِ تجارت ہے اور یہ حکم دکان دار کے لیے ہے، اور عام شخص جس کے پاس زیور ہو وہ جب زیور فروخت کرتا ہے تو زیور میں سے نگینہ، مزدوری، ٹانکہ وغیرہ کاٹ کر صرف خالص سونے کی قیمت دی جاتی ہے، اس کے حق میں قیمتِ فروخت کا اعتبار ہے، اور اس کی قیمتِ فروخت سونے کی لگتی ہے اس لیے اس کے لیے صرف سونے پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (زیورات کے مسائل صفحہ: 239)

# رقم یعنی نقدی سے متعلق وضاحت

## ذاتی ملکیت میں موجود رقم پر زکوٰۃ واجب ہونے کی تفصیل :

کسی شخص کی ملکیت میں جتنی بھی رقم ہو چاہے اپنے پاس موجود ہو، یا بینک اکاؤنٹ میں ہو، یا کسی کے پاس امانت رکھوائی ہو یا کسی اور کو قرض دی ہو، یا جہاں کہیں بھی ہو؛ سب پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوگا یعنی ان کو زکوٰۃ کے نصاب میں شامل کیا جائے گا، اگر یہ رقم بذاتِ خود یا دیگر اموالِ زکوٰۃ کے ساتھ ملا کر نصاب تک پہنچے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

## رقم کی زکوٰۃ سے متعلق ایک غلط فہمی کا اِزالہ :

یہاں یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ بعض لوگوں کے ذہن میں رقم کا بہت ہی محدود تصور ہے کہ ان کے نزدیک رقم اگر اپنے پاس ہو یا بینک اکاؤنٹ میں ہو یا کسی اور کے پاس امانت رکھوائی ہو؛ صرف اسی کو زکوٰۃ میں شمار کیا جائے گا، حالاں کہ یہ غلط فہمی ہے، ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے تاکہ معلوم ہو کہ رقم کے موجود یا محفوظ ہونے کی کون کون سی صورتیں آجکل رائج ہیں :

- اپنی ملکیت میں موجود ملکی اور غیر ملکی کرنسی۔

- حج یا عمرہ کرنے، مکان بنوانے، گاڑی خریدنے یا شادی بیاہ وغیرہ کے لیے جمع کی گئی رقم۔
- کسی کو قرض کے طور پر دی ہوئی رقم جس کے ملنے کی امید ہو بھلے تاخیر سے ہی کیوں نہ ہو۔
- وہ رقم جو کسی کے ذمّے ادھار ہو جس کے ملنے کی امید ہو بھلے تاخیر سے ہی کیوں نہ ہو۔
- بینک اکاؤنٹ میں جمع کرائی گئی رقم۔
- ایزی پیسہ جیسے اکاؤنٹس میں جمع کرائی گئی رقم۔
- انشورنس یعنی بیمہ پالیسی میں جمع کرائی گئی رقم۔
- پرائز بانڈ کی اصل رقم۔
- ذاتی یا مشترکہ کاروبار جیسے شرکت و مضاربت وغیرہ میں لگائی گئی رقم۔
- کاروبار میں نفع کے طور پر حاصل ہونے والی رقم۔
- نوکری اور ملازمت سے ملنے والی تنخواہ کی رقم۔
- کمیٹی یعنی بی سی میں جمع کرائی گئی رقم جبکہ بی سی اب تک وصول نہ ہوئی ہو۔
- بچت سرٹیفیکیٹ جیسے NIT, NDFC, FEBC میں جمع کرائی گئی اصل رقم۔

اس طرح کی بہت سی صورتیں رائج ہیں، اس لیے ان تمام صورتوں میں موجود رقم کا بھی حساب لگایا جائے گا۔

**فائدہ:** مذکورہ صورتوں میں جن رقوم کا تعلق قرض اور ادھار کے ساتھ ہے ان کی تفصیل مستقل عنوان کے تحت ذکر ہوگی ان شاءاللہ۔

## کیا رقم پر زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے اس کا ضرورت سے زائد ہونا ضروری ہے؟

رقم ان اموال میں سے ہے جن پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوتا ہے، البتہ اس سے متعلق یہ وضاحت ضروری ہے کہ رقم پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہونے کے لیے اس کا ضرورت سے زائد ہونا ضروری نہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رقم پر زکوٰۃ اس وقت لاگو ہوتی ہے جب وہ ضرورت سے زائد ہو، لیکن اگر وہ ضرورت سے زائد نہ ہو تو اس پر

زکوٰۃ لاگو نہیں ہو گی، یہ ایک واضح غلطی ہے، اس لیے کہ راجح قول یہی ہے کہ رقم بہر صورت قابلِ زکوٰۃ مال ہے، چاہے وہ آئندہ پیش آنے والے کسی بھی مقصد کے لیے رکھی گئی ہو۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو رقم شادی بیاہ کے لیے، حج وعمرہ کرنے یا گھر بنانے یا گاڑی وغیرہ خریدنے کے لیے جمع کی گئی ہو تو وہ بھی قابلِ زکوٰۃ مال ہے، اسی طرح جو رقم گھر کے اخراجات کے لیے رکھی گئی ہو تو وہ بھی قابلِ زکوٰۃ مال ہے، زکوٰۃ میں اس کا بھی حساب لگایا جائے گا۔ ذیل میں بطورِ مثال دو مسائل ذکر کیے جاتے ہیں:

## مسئلہ 1:

اس وضاحت سے یہ مسئلہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کسی خاتون کے پاس دو تولے سونا ہو اور ساتھ میں اس کے پاس کچھ رقم بھی ہو بھلے وہ رقم گھریلو یا ذاتی اخراجات کے لیے رکھی گئی ہو تو اس رقم کو اس دو تولے سونے کے ساتھ ملا کر اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتی ہے تو اس پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہو گا، ورنہ تو نہیں۔

## مسئلہ 2:

اسی طرح ایک شخص کی تنخواہ اتنی ہے کہ واجب الاداء رُقوم کو نکالنے کے بعد وہ ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتی ہے تو تنخواہ لیتے ہی وہ شخص صاحبِ نصاب بن جاتا ہے اور اس پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہو جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جس تاریخ کو تنخواہ ملی ہے وہ اسلامی تاریخ اپنے پاس نوٹ کر لے، پھر جب سال گزرنے کے بعد وہی تاریخ آجائے تو اپنے مال کا حساب لگا لے، اگر اس دن بھی وہ صاحبِ نصاب تھا تو اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہو گی ورنہ تو نہیں۔

زکوٰۃ میں سال گزرنے کی تفصیل مستقل طور پر آئے گی ان شاء اللہ، البتہ زیرِ بحث مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے اتنا ذکر کرنا ضروری ہے کہ زکوٰۃ کے سال کے دوران رقم میں جو کمی بیشی ہوتی رہے تو اس سے زکوٰۃ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ اگر سال کے دوران وہ رقم بالکلیہ ختم ہو جائے تو زکوٰۃ کا حکم بھی ختم ہو جاتا ہے

اور وہ سال کالعدم شمار ہوگا، اب جب دوبارہ اس کے پاس نصاب کے بقدر رقم آئے گی تو اس پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوگا اور اس وقت سے نیا سال شروع ہوگا، جیسا کہ اگر کسی شخص کی تنخواہ نصاب کے برابر ہے تو تنخواہ لیتے ہی زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوگا اور زکوٰۃ کا سال شروع ہو جائے گا، پھر اگر مہینے کے آخر میں یہ ساری کی ساری تنخواہ ختم ہو جائے تو زکوٰۃ کا حکم بھی ختم ہو جائے گا اور زکوٰۃ کا سال بھی کالعدم شمار ہوگا، پھر جب وہ دوبارہ تنخواہ لے گا تو زکوٰۃ کا حکم دوبارہ لاگو ہوگا اور سال پھر سے شروع ہو جائے گا۔

**خلاصہ:** خلاصہ یہ کہ رقم پر زکوٰۃ لاگو ہونے کے لیے اس کا ضرورت سے زائد ہونا ضروری نہیں بلکہ رقم بہر صورت قابلِ زکوٰۃ مال ہے، چاہے وہ کسی بھی مقصد کے لیے رکھی گئی ہو۔ البتہ زکوٰۃ کا حکم لاگو ہونے کے لیے زکوٰۃ کے دیگر احکام کی رعایت کی جائے گی۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں: فتاویٰ عثمانی جلد 2، نوادر الفقہ۔

○ استاذ محترم شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم تفصیلی بحث کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:

خلاصہ یہ کہ فقہائے حنفیہ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ نقود ہر حال میں نصاب میں شامل ہوتے ہیں چاہے انھیں مستقبل کے نفقہ کے لیے رکھا گیا ہو۔ (فتاویٰ عثمانی جلد دوم صفحہ 78، طبع جدید ستمبر 2012)

**فائدہ:** منہا یعنی منفی کیے جانے والے قرضوں اور واجب الاداء رقوم کی تفصیل مستقل عنوان کے تحت ذکر ہوگی ان شاء اللہ۔

# مالِ تجارت کی زکوٰۃ کے بنیادی احکام

## تفصیلی فہرست:

- مالِ تجارت سے کیا مراد ہے؟
- اگر تجارت کی نیت برقرار نہ رہے۔
- مالِ تجارت کی زکوٰۃ میں قیمتِ فروخت کا اعتبار ہے۔
- فیکٹری کی کن کن چیزوں پر زکوٰۃ ہے۔
- فیکٹری کی درج ذیل چیزوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔
- مزید ناقابلِ زکوٰۃ چیزیں۔
- شیئرز پر زکوٰۃ کا حکم۔
- مشترکہ کاروبار میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم۔
- کاروبار کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے؟
- کرایہ پر دی ہوئی چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہونے کا حکم۔
- خدمات فراہم کرنے والی کمپنیوں سے متعلق زکوٰۃ کا حکم۔

# مالِ تجارت سے متعلق وضاحتیں اور تفصیلات

ما قبل میں یہ بات ذکر ہوئی کہ مالِ تجارت بھی اموالِ زکوٰۃ میں سے ہے اور اگر یہ انفرادی طور پر یا دیگر اموالِ زکوٰۃ کے ساتھ مل کر ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی ورنہ تو نہیں۔ ذیل میں اس سے متعلق کچھ وضاحتیں اور تفصیلات ذکر کی جاتی ہیں۔

## مالِ تجارت سے کیا مراد ہے؟

مالِ تجارت سے مراد ہر وہ مال ہے جو تجارت ہی کی حتمی نیت سے خریدا گیا ہو یعنی اسی لیے خریدا گیا ہو کہ اسے آگے فروخت کرنا ہے، چاہے فوری طور پر فروخت کرنے کا ارادہ ہو یا تاخیر سے، ایسے مال پر مالِ تجارت ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کا حکم لاگو ہو گا۔ مالِ تجارت کی یہ تعریف اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو مال فروخت کرنے کی حتمی نیت سے نہیں خریدا گیا ہو تو اس پر مالِ تجارت کے اعتبار سے زکوٰۃ کا حکم لاگو نہیں ہو گا جیسے:

1۔ اگر وہ مال ایسا ہے کہ خریدتے وقت تجارت کی نیت نہیں تھی بلکہ بعد میں اس کو فروخت کرنے کی نیت بنی تو یہ مالِ تجارت کے زمرے میں نہیں آئے گا۔

2۔ اسی طرح اپنے پاس پہلے سے موجود کسی مال کو فروخت کرنے کا ارادہ ہوا تو اس کو بھی مالِ تجارت نہیں کہا جاسکتا۔

3۔ اسی طرح کسی چیز کو خریدتے وقت تجارت کی نیت تو نہ تھی لیکن یہ نیت تھی کہ اگر اچھا نفع مل رہا ہو تو فروخت کر دیں گے ورنہ تو رہنے دیں گے تو یہ بھی مالِ تجارت کے حکم میں نہیں آئے گا۔

ان تینوں صورتوں میں چوں کہ مالِ تجارت کی تعریف صادق نہیں آتی اس لیے ان صورتوں میں یہ مال مالِ تجارت میں شامل نہیں، اس لیے اس پر مالِ تجارت کے طور پر زکوٰۃ کا حکم لاگو نہیں ہو گا۔

## اگر تجارت کی نیت برقرار نہ رہے:

اگر مال خریدتے وقت تجارت یعنی فروخت کرنے کی نیت تھی لیکن بعد میں ارادہ تبدیل کردیا اور فروخت کرنے کی نیت باقی نہ رہی تو ایسی صورت میں بھی مالِ تجارت کے اعتبار سے اس پر زکوٰۃ کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔اسی طرح اگر بعد میں دوبارہ تجارت کی نیت بنی تب بھی یہ مالِ تجارت کے حکم میں داخل نہ ہوگا۔

یہ ساری تفصیل اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہیے کیوں کہ اس ناواقفی کے نتیجے میں مالِ تجارت سے متعلق زکوٰۃ کے مسائل سمجھ نہیں آئیں گے۔ واضح رہے کہ زکوٰۃ کے معاملے میں جب بھی مالِ تجارت کا ذکر آئے تو اس سے یہی مذکورہ تفصیل مراد ہوگی۔

## تنبیہ:

تجارت چاہے چھوٹی سطح کی ہو یا بڑی سطح کی، چاہے تجارت کسی بھی چھوٹی یا بڑی چیز کی ہو، اسی طرح تجارت چاہے گھر میں ہو، دکان میں ہو، فیکٹری میں ہو، دفاتر میں ہو، ؛ بہر صورت مالِ تجارت پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوگا۔اسی لیے تجارتی اشیاء کی تفصیل ذکر کرنے کی حاجت نہیں، بس یہ اصولی بات سمجھ لینی چاہیے۔

## مالِ تجارت کی زکوٰۃ میں قیمتِ فروخت کا اعتبار ہے:

1۔مالِ تجارت کی زکوٰۃ کا حساب لگانے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے میں قیمتِ فروخت کا اعتبار ہے نہ کہ قیمتِ خرید کا،اس لیے دکان، فیکٹری وغیرہ میں موجود کل مالِ تجارت کا قیمتِ فروخت کے اعتبار سے حساب لگاکر زکوٰۃ ادا کریں گے۔

2۔ جو مالِ تجارت تھوک کے حساب سے فروخت ہوتا ہے اُس میں تو تھوک کے حساب سے قیمت لگائی جائے گی،البتہ جو مالِ تجارت تھوک کے حساب سے فروخت نہیں کیا جاتا تو اس میں مناسب اور احتیاط پر مبنی صورت یہی ہے کہ کل مالِ تجارت میں سے ہر ہر چیز کی قیمتِ فروخت لگاکر حساب لگایا جائے، لیکن اگر ہر ایک کا الگ الگ حساب لگانا مشکل ہو تو یوں بھی درست ہے کہ وہ تمام مالِ تجارت اگر فروخت کرنا چاہیں تو کتنی رقم میں

فروخت ہوگا، تو پھر اس حساب سے بھی زکوٰۃ ادا کرنا درست ہے، البتہ ایسی صورت میں بطورِ احتیاط کچھ زکوٰۃ بڑھا دی جائے تاکہ ممکنہ کمی کا ازالہ ہوسکے۔

## فیکٹری کی کن کن چیزوں پر زکوٰۃ ہے:

فیکٹری کے درج ذیل اموال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے:

- خام مال(Raw Material)۔
- تیاری کے مراحل(Work in process) سے گزرنے والا مال۔
- تیار مال یعنی مصنوعات(Finish Good, Product)۔
- مصنوعات کی تیاری کے دوران خراب یا بے کار ہو جانے والا مال(Waste product) جبکہ اس کو فروخت کرنے کی نیت ہو۔
- وہ مال جس میں تیار شدہ مال پیک کیا جاتا ہے۔

**مسئلہ**: تیار مال سے متعلق تو یہ بات واضح ہے کہ اس کی زکوٰۃ قیمتِ فروخت کے اعتبار سے ہوگی، البتہ خام مال، تیاری کے مراحل سے گزرنے والے مال اور اسی طرح خراب یا بے کار ہو جانے والے مال کی زکوٰۃ ادا کرتے وقت اس کی موجودہ قیمت کا اعتبار ہوگا کہ اس کو فروخت کرنے سے جو قیمت حاصل ہوگی اسی حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی، گویا کہ ان صورتوں میں قیمتِ فروخت ہی کا اعتبار ہوا۔

## فیکٹری کی درج ذیل چیزوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی:

ما قبل میں فیکٹری کے قابلِ زکوٰۃ اموال ذکر ہوئے، ان کے علاوہ فیکٹری کی دیگر چیزوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جیسے:

- پلانٹ۔
- مشینری یعنی مال بنانے میں استعمال ہونے والے آلات اور مشینیں۔

- عمارت۔
- خراب مال یا بے کار جسے فروخت کرنے کی نیت نہ ہو۔
- مالِ تجارت رکھنے کی الماریاں اور شوکیس۔
- فرنیچر۔

اسی طرح وہ تمام چیزیں جو کہ مالِ تجارت کے زمرے میں نہیں آتیں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

## مزید ناقابلِ زکوٰۃ چیزیں:

واضح رہے کہ فیکٹری کے علاوہ دیگر کاروباری مراکز کا بھی یہی حکم ہے کہ مالِ تجارت کے علاوہ دیگر چیزوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جیسے:

- پرنٹنگ پریس۔
- درزی کی مشینیں۔
- الماریاں اور فرنیچر۔
- آلاتِ صنعت و حرفت۔
- لوڈنگ یعنی نقل و حرکت کے کام آنے والی گاڑیاں اور مشینری، وغیرہ۔
- ٹینٹ اور ڈیکوریشن کا سامان۔

البتہ اگر کہیں یہ چیزیں تجارت یعنی فروخت کرنے کے لیے ہوں تو ایسی صورت میں مالِ تجارت ہونے کی وجہ سے ان پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوگا۔

## شیئرز پر زکوٰۃ کا حکم:

اہلِ علم حضرات نے بعض شرائط کے ساتھ شیئرز کی خرید و فروخت کی اجازت دی ہے، جہاں تک شیئرز پر زکوٰۃ واجب ہونے کا مسئلہ ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ اگر شیئرز آگے فروخت کرنے (Capital Gain) ہی کی نیت سے خریدے گئے ہوں تو ایسی صورت میں قیمتِ فروخت کے اعتبار سے ان پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوگا۔

2۔ اگر شیئرز تجارت کی نیت سے نہیں خریدے گئے ہوں بلکہ ان سے مقصود سالانہ نفع(Dividend) حاصل کرنا ہو تو ایسی صورت میں شیئرز کا جتنا حصہ کمپنی کے قابلِ زکوٰۃ اموال جیسے خام مال، مصنوعات اور نقد رقم کے مقابلے میں آرہا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اور جتنا حصہ کمپنی کے ناقابلِ زکوٰۃ اثاثوں جیسے عمارت، مشینری وغیرہ کے مقابلے میں ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ لیکن اگر یہ معلوم کرنا مشکل ہو تو پھر احتیاطًا سب کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔

## مشترکہ کاروبار میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم:

1۔ مشترکہ کاروبار میں سرمایہ یعنی اصل رقم اور نفع کے تناسب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی کہ شرکاء میں سے ہر ایک کا جتنا سرمایہ اور نفع ہے تو اسی حساب سے ہر ایک پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوگا۔

2۔ مضاربت یعنی وہ کاروبار جس میں ایک شریک کا مال ہوتا ہے جبکہ دوسرے شریک کی محنت ہوتی ہے اور اس کو اس کے عوض نفع کا ایک مخصوص حصہ ملتا ہے تو ایسی صورت میں اصل مالک پر تو سرمایہ کی زکوٰۃ کا حکم بھی لاگو ہوگا اور جس قدر نفع اس کے حصے میں آئے گا اس کو بھی زکوٰۃ میں شمار کیا جائے گا، جبکہ دوسرے شریک پر صرف اس کے نفع کے اعتبار سے زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوگا۔

## تنبیہ:

واضح رہے کہ شرکت اور مضاربت جیسے مشترکہ کاروبار میں جس قدر سرمایہ سے مالِ تجارت خریدا گیا ہے صرف اسی پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اس لیے اگر اصل سرمایہ سے مالِ تجارت کے علاوہ ناقابلِ زکوٰۃ چیزیں بھی خریدی ہیں جیسے دکان، الماریاں اور مشینیں وغیرہ خرید لی گئی ہیں تو ان کی زکوٰۃ اصل مالک پر واجب نہیں ہوگی کیوں کہ یہ قابلِ زکوٰۃ اموال نہیں، جن کی تفصیل ماقبل میں بیان ہو چکی۔

## کاروبار کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے؟

کاروبار کی زکوٰۃ ادا کرتے وقت درج ذیل چیزوں کو جمع کیا جائے گا:

1۔ کل مالِ تجارت کی قیمتِ فروخت۔

2۔ اپنی ملکیت میں موجود نقد رقم۔

3۔ کاروبار سے حاصل ہونے والا نفع۔

4۔ لوگوں کے ذمہ ادھار رقم جس کے ملنے کی امید ہو، بھلے تاخیر ہی سے کیوں نہ ہو۔

ان چاروں اموال کو جمع کر کے ان میں سے اپنے ذمے ادھار اور واجب الاداء رقم کو منہا یعنی منفی کر دیا جائے تو باقی بچنے والی رقم اگر ساڑھے باون تولے چاندی تک پہنچتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ تو نہیں۔

## تنبیہ:

بڑی سطح کی تجارتوں سے متعلق چوں کہ زکوٰۃ کے مسائل ذرا پیچیدہ ہوتے ہیں اس لیے مزید تفصیل کے لیے حضرات اہلِ علم سے رجوع فرمائیں۔

## کرایہ پر دی ہوئی چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہونے کا حکم:

جو چیزیں کرایہ پر دی جاتی ہوں جیسے: دکان، مکان، گاڑی، ٹرالی، برتن، لائٹیں، ٹینٹ کا سامان وغیرہ تو ان پر زکوٰۃ کا حکم لاگو نہیں ہوتا البتہ ان سے حاصل ہونے والی آمدنی پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوگا کیوں کہ یہ قابلِ زکوٰۃ اموال میں سے ہے۔

## خدمات فراہم کرنے والی کمپنیوں سے متعلق زکوٰۃ کا حکم:

خدمات یعنی سروسز فراہم کرنے والی کمپنیوں کے پاس مالِ تجارت تو ہوتا نہیں بلکہ وہ تو خدمات فراہم کرتی ہیں جن پر انھیں نفع ملتا ہے، اس لیے ان کی آمدنی پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوگا۔

# قرضوں اور واجبُ الاداءُ رقوم سے متعلق زکٰوۃ کے احکام

## تفصیلی فہرست:

- قرض اور واجب الاداءُ رقوم منہا کیے جائیں گے۔
- منہا کیے جانے والے قرضوں اور واجب الاداء رقوم کی تفصیل۔
- دوسروں کے ذمے قرضوں اور ادھار رقوم کا حکم۔
- دوسروں کے ذمے قرضوں اور ادھار رقوم کی تفصیل۔
- کمیٹی یعنی بی سی پر زکٰوۃ کا تفصیلی حکم۔
- پراویڈنٹ فنڈ پر زکٰوۃ کا حکم۔
- قرض معاف کرنے سے زکٰوۃ کی ادائیگی کا حکم۔
- رہن یعنی گروی رکھی ہوئی چیز پر زکٰوۃ کا حکم۔

## قرض اور واجب الاداءرُ قوم منہا کیے جائیں گے:

زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت اور اسی طرح زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت قابلِ زکوٰۃ اموال میں سے قرضوں اور واجب الاداء رقوم کو منہا یعنی منفی کیا جاتا ہے، اس کے بعد بھی اگر باقی مال نصاب کو پہنچتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہو گی ورنہ تو نہیں۔

## منہا کیے جانے والے قرضوں اور واجب الاداء رقوم کی تفصیل:

یہ بات تو واضح ہے کہ کل قابلِ زکوٰۃ اموال میں سے قرضے اور واجب الاداء رقوم منہا کیے جاتے ہیں، ذیل میں اس کی متعدد مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

- مکان، دکان یا گاڑی وغیرہ کا کرایہ۔
- قرضہ۔
- اسکول، انسٹیٹیوٹ اور دیگر تعلیمی اداروں کی فیسیں۔
- فون، گیس، بجلی اور پانی کے بِل یا دیگر سرکاری اور غیر سرکاری اخراجات کے بِل۔
- ادھار پر لیے ہوئے گھریلو راشن کے بِل۔
- ملازمین کی تنخواہیں اور مزدوروں کی اجرت۔
- ادھار اور قسطوں پر لیے ہوئے سامان، دکان، مکان یا گاڑی وغیرہ کی رقم۔
- ادھار پر لیے ہوئے مالِ تجارت کی رقم۔
- کمیٹی اور بی سی وصول کرنے کے بعد اس کی بقیہ قسطیں۔
- بیوی کا مہر جو کہ ادا نہ کیا ہو البتہ ادا کرنے کی نیت ہو، چاہے معجل ہو یا مؤجل۔ (البتہ بعض اہلِ علم کے نزدیک مہر مؤجل منہا نہیں کیا جائے گا۔)
- پچھلے سالوں کی زکوٰۃ جو کہ ادا نہیں کی گئی ہو۔

مذکورہ واجب الاداء رقوم اس وقت منہا کی جائیں گی جب یہ زکوٰۃ کا حساب لگانے کے وقت واجب ہو چکی ہوں، اسی طرح نصاب کا سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ کی تاریخ آنے تک واجب ہو چکی ہوں، لیکن اس صورت میں اگر زکوٰۃ کی تاریخ کے بعد یہ واجب ہو جائیں تو ان کو منہا نہیں کیا جائے گا۔

**تنبیہ:**

عام اصول تو یہی ہے کہ اموالِ زکوٰۃ سے قرضے منہا کیے جاتے ہیں، البتہ بڑے تجارتی قرضوں کا حکم عام قرضوں سے مختلف ہے، چنانچہ دورِ حاضر کے متعدد اہلِ علم حضرات کے نزدیک بڑے تجارتی قرضوں کا حکم یہ ہے کہ اگر ان قرضوں سے ناقابلِ زکوٰۃ چیزیں خریدی گئی ہوں جیسے کمپنی کی عمارت، مشینری، پلانٹ وغیرہ تو ایسی صورت میں یہ قرضے اموالِ زکوٰۃ سے منہا نہیں کیے جائیں گے، لیکن اگر ان قرضوں سے قابلِ زکوٰۃ چیزیں خریدی گئی ہوں جیسے خام مال یا مالِ تجارت تو ایسی صورت میں ان کو منہا کیا جائے گا۔ مزید تفصیل کے لیے حضرات اہلِ علم سے رابطہ فرمائیں۔ (فتاویٰ عثمانی ودیگر کتبِ فقہ)

## دوسروں کے ذمے قرضوں اور ادھار رقوم کا حکم:

دوسروں کو دیے جانے والے قرضے یا دوسروں کے ذمے ادھار رقوم بھی قابلِ زکوٰۃ اموال ہیں، اس لیے زکوٰۃ میں ان کا بھی حساب لگایا جائے گا، البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب ان قرضوں اور ادھار رقوم کے ملنے کی امید ہو بھلے تاخیر سے ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر ان کے ملنے کی امید نہ ہو تو ایسی صورت میں ان کی زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی، البتہ اگر بعد میں یہ وصول ہو جائیں تو ایسی صورت میں پچھلے عرصے کی زکوٰۃ واجب نہ ہو گی۔

## دوسروں کے ذمے قرضوں اور ادھار رقوم کی تفصیل:

جیسا کہ ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ دوسروں کو دیے گئے قرضوں اور ادھار رقوم کو زکوٰۃ کے نصاب میں شمار کیا جائے گا، ذیل میں اس کی متعدد مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

- قرضے۔

- ادھار اور قسطوں پر فروخت کیے جانے والے مال اور سامان کی رقم۔
- انشورنس یعنی بیمہ پالیسی میں جمع کرائی گئی اصل رقم۔
- پرائز بانڈ کی اصل رقم۔
- بینک اکاؤنٹ میں جمع کرائی گئی رقم۔
- ایزی پیسہ اکاؤنٹ میں جمع کرائی گئی رقم۔
- کمیٹی یعنی بی سی میں جمع کرائی گئی رقم جبکہ بی سی اب تک وصول نہ ہوئی ہو۔
- بچت سرٹیفکیٹ جیسے NIT, NDFC, FEBC میں جمع کرائی گئی اصل رقم۔

ان تمام رقوم کو زکوٰۃ کے نصاب میں شامل کر کے حساب لگایا جائے گا۔

## کمیٹی یعنی بی سی پر زکوٰۃ کا تفصیلی حکم:

کسی نے کمیٹی یعنی بی سی ڈالی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ایک یہ کہ اگر کمیٹی لے چکا ہو تو اس صورت میں جتنی قسطیں دینی ہوں وہ اس پر قرضہ ہیں، زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت اس قرضے کو نکال کے حساب لگائیں گے۔

2۔ دوسری صورت یہ کہ اگر کمیٹی نہیں لی ہو تو جتنی قسطیں جمع کرا چکا ہو وہ تمام رقم اس کا قرضہ ہے، زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت اس کو بھی جمع کر کے حساب لگائیں گے۔

## پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم:

پراویڈنٹ فنڈ کی رقم پر زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے جب وہ ملازم کے قبضے میں آجائے، اس سے پہلے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، اور قبضے میں آنے کے بعد بھی گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، بلکہ اسی سال کی واجب ہوگی جس میں وہ قبضے میں آیا ہے۔(فتاویٰ عثمانی 2/50،51)

**تنبیہ:** واضح رہے کہ بعض اداروں میں پراویڈنٹ فنڈ کے تحفظ اور قانونی تقاضوں کی تکمیل کے لیے پراویڈنٹ فنڈ ٹرسٹ قائم کیا جاتا ہے اور ملازم کی درخواست پر اس کی رقم اسی ٹرسٹ میں منتقل کردی جاتی ہے، تو ایسی صورت میں یہ ٹرسٹ ملازمین کا وکیل و نمائندہ سمجھا جائے گا اور ٹرسٹ کا قبضہ ملازمین کا قبضہ سمجھا جائے گا، لہٰذا ملازمین پر ان کے پراویڈنٹ فنڈ کی رقم کی زکوٰۃ لازم ہوگی۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: فتویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر: 62/1861، مؤرخہ: 1438/5/9ھ)

## قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم:

اگر کوئی شخص اپنے قرض دار کو زکوٰۃ کی نیت سے اپنا قرضہ معاف کردے تو اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی کیوں کہ اس رقم کی ادائیگی کے وقت زکوٰۃ کی نیت شامل نہیں تھی، البتہ ایسی صورت میں اس سے اپنا قرضہ وصول کرکے پھر دوبارہ زکوٰۃ کی نیت سے دے دے، اسی طرح قرض دار کو زکوٰۃ کی رقم دے کر پھر اپنے قرضے کا مطالبہ کیا جائے تاکہ اس سے اپنا قرضہ وصول ہو تو یہ بھی درست ہے۔(امداد الفتاوی ودیگر کتب)

## رہن یعنی گروی رکھی ہوئی چیز پر زکوٰۃ کا حکم:

اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کے پاس اپنی کوئی چیز رہن یعنی گروی رکھوائی ہو اور وہ ایسی چیز ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو جیسے سونا اور چاندی تو اس کی زکوٰۃ نہ تو اس رہن رکھنے والے پر لازم ہے اور نہ ہی رہن رکھوانے والے پر، اسی طرح جب وہ واپس وصول ہو جائے تو اس کی پچھلی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، البتہ آئندہ کے لیے پھر زکوٰۃ کے احکام جاری ہوں گے۔

# زکوٰۃ میں سال گزرنے کی شرط کے بنیادی احکام

## تفصیلی فہرست:

- نصابِ زکوٰۃ پر سال گزرنے کا مسئلہ۔
- نصابِ زکوٰۃ پر سال گزرنے کی شرط کی تفصیل۔
- زکوٰۃ میں سال گزرنے کی اہمیت ایک مسئلہ کی روشنی میں۔
- سال کے دوران نصاب میں کمی بیشی کا حکم۔
- سال گزرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم۔
- زکوٰۃ میں شمسی سال کا اعتبار کرنے کا حکم۔
- زکوٰۃ کی تاریخ یاد نہ ہونے کا حکم۔
- زکوٰۃ ماہِ رمضان کے ساتھ خاص نہیں۔
- مالِ زکوٰۃ کا حساب لگاتے رہیے۔
- زکوٰۃ میں سال گزرنے کی شرط میں سہولت اور آسانی۔

## نصابِ زکوٰۃ پر سال گزرنے کا مسئلہ:

زکوٰۃ سے متعلق ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ محض صاحبِ نصاب بن جانے سے زکوٰۃ کی ادائیگی فرض نہیں ہوجاتی بلکہ اس کے لیے نصاب پر سال کا گزرنا ضروری ہوتا ہے، جس کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص صاحبِ نصاب بن جائے تو اس پر زکوٰۃ تو فرض ہوجاتی ہے لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی فرض نہیں ہوتی، بلکہ زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت فرض ہوگی جب نصاب پر سال گزر جائے اور وہ سال کے آخر میں بھی صاحبِ نصاب ہو، جس کی تفصیل آگے ذکر ہوگی ان شاءاللہ۔

بہت سے لوگ اس مسئلے کی مکمل تفصیل سے ناواقف ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں انھیں مشکلات اور غلطیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

## نصابِ زکوٰۃ پر سال گزرنے کی شرط کی تفصیل:

زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہونے کے لیے نصاب پر قمری یعنی اسلامی سال کا گزرنا شرط ہے، جب کسی شخص کے پاس نصاب کے بقدر مال آجائے تو وہ صاحبِ نصاب بن جاتا ہے اور اس پر زکوٰۃ فرض ہوجاتی ہے، البتہ زکوٰۃ کی ادائیگی اُس وقت فرض ہوتی ہے جب اس پر اسلامی سال گزر جائے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس اسلامی تاریخ کو یہ شخص صاحبِ نصاب بنا ہے وہ تاریخ اپنے پاس نوٹ کرلے، پھر جب اگلے سال وہی تاریخ آجائے تو دوبارہ اپنے مال کا حساب لگالے، اگر سال گزر جانے کے بعد بھی اسی مقررہ تاریخ کو یہ شخص صاحبِ نصاب ہو تو پھر اس وقت اس کی ملکیت میں جس قدر مالِ زکوٰۃ موجود ہوگا سب کی زکوٰۃ دینی ہوگی، اور اگر اس تاریخ کو اس کے پاس نصاب کے بقدر مال موجود نہ ہو تو زکوٰۃ کی ادائیگی فرض نہیں ہوگی۔

## زکوٰۃ میں سال گزرنے کی اہمیت ایک مسئلہ کی روشنی میں:

زکوٰۃ میں سال گزرنے کو پیشِ نظر رکھنے کی اہمیت کا اندازہ اس مسئلے سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک شخص یکم رجب کو صاحبِ نصاب بنا، اس نے اپنے پاس یہ اسلامی تاریخ نوٹ کرلی، سال گزرنے کے بعد جب

دوبارہ یکم رجب کی تاریخ آئی اور اس نے اپنے مال کا حساب لگایا تو اب اس کی متعدد صورتیں بنتی ہیں:

1۔ اگر یکم رجب کو اس کے پاس نصاب کے بقدر مال موجود تھا تو اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوگی۔

2۔ اگر یکم رجب کو اس کے پاس نصاب کے بقدر مال موجود نہیں تھا تو اس کے ذمے زکوٰۃ کی ادائیگی فرض نہیں، یعنی سال پہلے صاحبِ نصاب ہونے کی وجہ سے اس پر جو زکوٰۃ فرض ہو چکی تھی اس کا حکم اب باقی نہ رہا۔

3۔ اگر یکم رجب کو اس کے پاس نصاب کے بقدر مال موجود نہ تھا لیکن 3 رجب کو اس کے پاس پھر نصاب کے بقدر مال آگیا تو ایسی صورت میں اس 3 تاریخ سے دوبارہ سے سال شروع ہو جائے گا، اور سال گزرنے کے بعد جب 3 رجب کی تاریخ آئے گی تو دوبارہ اپنے مال کا حساب لگالے، اگر اس تاریخ کو بھی صاحبِ نصاب ہو تو زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوگی، ورنہ تو نہیں۔

اس ایک اہم مسئلے سے زکوٰۃ میں سال گزرنے کی شرط کی حقیقت اور اہمیت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

## سال کے دوران نصاب میں کمی بیشی کا حکم:

نصابِ زکوٰۃ کے گزرنے والے سال کے دوران نصابِ زکوٰۃ میں اگرچہ کمی بیشی آتی رہے، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، بلکہ بدستور زکوٰۃ اسی طرح فرض رہے گی، کیوں کہ اصل اعتبار اس اسلامی سال کی ابتدائی اور آخری تاریخ کا ہے، البتہ اگر اس سال کے دوران وہ مال بالکل ہی ختم ہو جائے یا اس سے ایسی چیزیں خرید لیں جن پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی تو اس صورت میں زکوٰۃ کا یہ سال بھی کالعدم ہو جائے گا، اب زکوٰۃ فرض نہیں رہی، بلکہ اب جس تاریخ کو دوبارہ نصاب کے بقدر مال آئے گا تو اسی تاریخ سے از سرِ نو سال دوبارہ شروع ہوگا۔

**مسئلہ:** اسی کے ساتھ ساتھ یہ اہم نکتہ بھی ذہن نشین کیجیے کہ جس شخص کے پاس مثلاً تین تولہ سونا اور کچھ نقد رقم ہو تو ایسا شخص صاحبِ نصاب بن جاتا ہے اور اس کا سال شروع ہو جاتا ہے، البتہ اگر سال کے دوران نقد رقم ختم ہو جائے اور سونا باقی رہے تو اس کی وجہ سے سال ختم نہیں ہوگا بلکہ جاری رہے گا، کیوں کہ نصاب سونے اور رقم دونوں کے مجموعے سے بنا ہے، اس لیے صرف رقم کے ختم ہو جانے کو نصاب کا ختم ہونا نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ اگر سونا بھی باقی نہ رہے تو ایسی صورت میں سال ختم ہو جائے گا اور زکوٰۃ فرض نہیں رہے گی کیوں کہ ایسی

صورت میں نصاب باقی نہ رہا۔

**مسئلہ:** زکوٰۃ کا سال مکمل ہو جانے کے بعد اسی مقررہ تاریخ کو ملکیت میں جس قدر بھی مالِ زکوٰۃ موجود ہو گا ان سب کی زکوٰۃ واجب ہو گی، ایسی صورت میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ سال کے دوران مال میں جس قدر بھی اضافہ ہوتا جائے تو اس پر علیحدہ سے سال کا گزرنا ضروری نہیں بلکہ یہ اصل نصاب کے تابع ہو گا۔

## سال گزرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم:

صاحبِ نصاب شخص اگر سال پورا ہونے سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے، البتہ جب سال پورا ہونے کے بعد وہ متعین تاریخ آجائے تو مال کا حساب لگالے اگر موجودہ زکوٰۃ اُس ادا شُدہ زکوٰۃ سے زائد بنتی ہو تو بقیہ زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے، لیکن اگر ادا کی جانے والی زکوٰۃ واجب مقدار سے زیادہ تھی تو ایسی صورت میں اس زائد زکوٰۃ کو اگلے سال کے لیے بھی شمار کرنا درست ہے۔

## زکوٰۃ میں شمسی سال کا اعتبار کرنے کا حکم:

اس حوالے سے دار العلوم کراچی کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

زکوٰۃ کی ادائیگی کا حساب کتاب قمری سال کے اعتبار سے کرنا چاہیے، تاہم اگر قمری سال کے اعتبار سے کرنے میں حرج ہو تو پھر شمسی طریقے سے حساب کتاب کرنے کی گنجائش ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ قمری سال کے حساب سے گیارہ دن زیادہ کی زکوٰۃ ادا کی جائے یا 2.60% کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے۔ (فقہی مقالات: 170/3 بتصرف) (فتویٰ نمبر: 1/1878، مؤرخہ: 1438/7/13ھ)

## زکوٰۃ کی تاریخ یاد نہ ہونے کا حکم:

اگر کسی شخص کو صاحبِ نصاب بننے کی تاریخ یاد نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ غور و فکر کے بعد جس تاریخ کا غالب گمان ہو وہ متعین کرلے، اگر کسی تاریخ کا بھی غالب گمان نہ ہو تو خود کوئی تاریخ متعین کر سکتے ہیں، پھر اسی کے مطابق زکوٰۃ کا حساب لگائے۔

# ماقبل کی تفصیل کی روشنی میں چند اہم نکات

## زکوٰۃ ماہِ رمضان کے ساتھ خاص نہیں:

ماقبل کی تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ زکوٰۃ کا تعلق ماہِ رمضان یا کسی اور مہینے کے ساتھ نہیں بلکہ سال گزرنے کے ساتھ ہے، اس لیے جس مہینے میں جس مقررہ تاریخ کو سال مکمل ہوگا تو اسی تاریخ کو زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم لاگو ہو جاتا ہے، اس لیے جو لوگ زکوٰۃ کو ماہِ رمضان کے ساتھ خاص کرتے ہیں وہ غلطی کا شکار ہیں۔ اور اگر غور کیا جائے تو زکوٰۃ کو مقررہ تاریخ کی بجائے ماہِ رمضان یا کسی اور مہینے کے ساتھ خاص کرنے کی متعدد خرابیاں ہیں جبکہ سال گزرنے پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے بہت سے فوائد ہیں۔ البتہ جس شخص کا سال ہی رمضان المبارک میں پورا ہو رہا ہو تو وہ ایک الگ مسئلہ ہے جو کہ ظاہر ہے کہ قابلِ اعتراض نہیں۔

## مالِ زکوٰۃ کا حساب لگاتے رہیے:

ایک اہم نکتہ یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ایک مؤمن کو چاہیے کہ وہ اپنے مالِ زکوٰۃ کا حساب کرتا رہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ صاحبِ نصاب بنا ہے یا نہیں، اگر صاحبِ نصاب بنا ہے تو اس اسلامی تاریخ کو نوٹ کرلے۔ بعض دیندار حضرات مال کا حساب لگانے کو دنیاداری سمجھتے ہیں حالاں کہ یہ صریح غلطی ہے کیوں کہ زکوٰۃ کے حکم کی تعمیل کے لیے مال کا حساب لگانا عینِ دینداری اور فکرِ آخرت کی علامت ہے!

## زکوٰۃ میں سال گزرنے کی شرط میں سہولت اور آسانی:

ماقبل کی تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سال گزرنے کی شرط میں زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لیے بڑی سہولت ہے اور وہ اس طرح کہ:

- شریعت نے پہلی سہولت یہ دی کہ صاحبِ نصاب بننے کے بعد فوری طور پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض قرار نہیں دی بلکہ زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہونے کے لیے سال گزرنے کو شرط قرار دیا ہے۔

- پھر دوسری سہولت یہ رکھی کہ اگر سال کے دوران نصاب بالکلیہ ختم ہو جائے تو سال بھی ختم ہو جاتا ہے اور زکوٰۃ بھی فرض نہیں رہتی، گویا کہ صاحبِ نصاب بننے سے جو زکوٰۃ فرض ہوئی تھی وہ اب باقی نہیں رہی۔
- پھر تیسری سہولت یہ دی کہ جب سال پورا ہو جائے اور وہی زکوٰۃ کی مقررہ تاریخ آجائے تو اپنے مال کا حساب لگا لیا جائے، اگر اس وقت نصاب کے بقدر مال موجود نہیں ہے تو بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہو گی۔
- چوتھی سہولت یہ دی کہ سال گزرنے کے بعد مقررہ تاریخ کو نصاب کے بقدر مال موجود نہ تھا بلکہ ایک دو دن بعد نصاب کے بقدر مال آگیا تو ایسی صورت میں پھر سے سال شروع ہو جائے گا، جس کی تفصیل ماقبل میں بیان ہو چکی۔

سبحان اللہ ! کتنی بڑی سہولت دی ہے شریعت نے ! ان سہولتوں اور ان کے فوائد کو وہی جان سکتا ہے جو زکوٰۃ میں سال گزرنے کی شرط سے واقف ہو۔

# زکوٰۃ میں ذاتی ملکیت کی حقیقت اور اہمیت

تفصیلی فہرست:

- زکوٰۃ میں ذاتی ملکیت سے متعلق دو بنیادی غلطیاں۔
- زکوٰۃ میں ذاتی ملکیت کا اعتبار۔
- ملکیت کی پہچان کے لیے ملکیت کی تعیین کی ضرورت۔
- تعیینِ ملکیت کی حقیقت۔
- تعیینِ ملکیت کی ضرورت۔
- تعیینِ ملکیت کی اہم صورتیں۔
- ملکیت کی تعیین اور فکرِ آخرت۔

## زکوٰۃ میں ذاتی ملکیت سے متعلق دو بنیادی غلطیاں:

زکوٰۃ میں ذاتی ملکیت سے متعلق دو بنیادی غلطیاں رائج ہیں:

1۔ پہلی غلطی یہ ہے کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت میاں بیوی، اولاد والدین، بھائیوں اور بہنوں کے مال کو آپس میں ملایا جائے گا، جیسا کہ ایک شخص نے بندہ سے سوال کیا کہ میرے پاس تین تولہ سونا اور پانچ ہزار روپے ہیں، تو کیا مجھ پر زکوٰۃ فرض ہے؟ تو بندہ نے ان سے سوال کیا کہ کیا یہ تین تولہ سونا آپ کی ملکیت ہے یا آپ کی اہلیہ کی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ تو میری اہلیہ کی ملکیت ہے۔ جس پر بندہ نے انھیں سمجھایا کہ زکوٰۃ میں میاں بیوی میں سے ہر ایک کی اپنی ذاتی ملکیت کا اعتبار ہے، دونوں کے مال کو نہیں ملایا جاتا۔

2۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ بہت سے لوگ ملکیتوں کی تعیین نہیں کرتے جس کے نتیجے میں یہ واضح نہیں ہوتا کہ کونسی چیز کس کی ملکیت ہے اور کس مشترکہ چیز میں کس کا کتنا حصہ ہے؟

ذیل میں ان دونوں غلطیوں کا تفصیل سے ازالہ کیا جاتا ہے۔

## زکوٰۃ میں ذاتی ملکیت کا اعتبار:

ہر شخص پر اسی کی ملکیت کے اعتبار سے زکوٰۃ فرض ہے یعنی ہر ایک کی ملکیت میں جس قدر مال موجود ہے صرف اسی کا زکوٰۃ میں حساب لگایا جائے گا اور جو مال ملکیت میں نہیں ہے اس کا حساب نہیں لگایا جائے گا۔ گویا کہ میاں بیوی، والدین اولاد میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی ملکیت کا الگ الگ اعتبار ہے کہ اگر شوہر اور بیوی دونوں ہی صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کے ذمّے زکوٰۃ فرض ہوگی، اگر والد بھی صاحبِ نصاب ہو اور بیٹا بھی تو دونوں کے ذمّے زکوٰۃ فرض ہوگی۔ یہی حکم بہنوں اور بھائیوں کا بھی ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھیے کہ زکوٰۃ کے فرض ہونے کے لیے ایک کے مال کو دوسرے کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان میں سے جس کی بھی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال آجائے تو صرف اسی کے ذمّے زکوٰۃ فرض ہے بس!!

## ملکیت کی پہچان کے لیے ملکیت کی تعیین کی ضرورت:

زکوٰۃ ہر شخص کی ذاتی ملکیت پر فرض ہوتی ہے جس کے لیے ظاہر ہے کہ ذاتی ملکیت کی پہچان ضروری ہے اور ذاتی ملکیت کی پہچان کے لیے ملکیت کی تعیین اور امتیاز ضروری ہے کہ ہر ایک کی ملکیت واضح ہو۔اس لیے زکوٰۃ کا حساب لگانے کے لیے ملکیت کی تعیین اور وضاحت ضروری ہے۔ ذیل میں تعیینِ ملکیت کی مزید تفصیل ذکر کی جاتی ہے تاکہ یہ مسئلہ واضح ہو سکے اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں سہولت ہو سکے۔

## تعیینِ ملکیت کی حقیقت:

تعیینِ ملکیت کا مطلب یہ ہے کہ رقم، کاروبار اور دیگر اموالِ زکوٰۃ سے متعلق یہ بات طے کرنا کہ یہ چیز کس کی ملکیت ہے اور مشترکہ چیز میں کس کا کتنا حصہ ہے؟ جس کی وجہ سے ہر ایک چیز سے متعلق ہر شخص کی ملکیت واضح اور معلوم ہو جائے اور اس میں کسی بھی چیز سے متعلق کسی بھی قسم کا کوئی ابہام اور شک وشبہ نہ رہے۔

## تعیینِ ملکیت کی ضرورت:

شریعت یہ حکم دیتی ہے کہ گھر وغیرہ میں موجود تمام اموال سے متعلق ملکیت کی تعیین اور وضاحت ہونی چاہیے، یہ ایک ضروری اور مفید امر ہے۔اس کی ضرورت اس لیے ہے کہ ملکیت کی تعیین کی وجہ سے شریعت کے متعدد احکام پر عمل کیا جا سکتا ہے اور اس میں سہولت بھی رہتی ہے، کیوں کہ زکوٰۃ، صدقہ فطر، قربانی، حج، میراث اور دیگر چھوٹے بڑے مسائل و احکام میں ملکیت کی تعیین اور وضاحت ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اس لیے ان احکام پر عمل پیرا ہونے کے لیے ملکیت کا واضح ہونا بہت ہی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب لوگ ان احکام سے متعلق مسائل پوچھنے کے لیے کسی مفتی صاحب کے پاس جاتے ہیں تو اس میں ملکیت کی وضاحت اور تعیین سے متعلق بھی وضاحت طلب کی جاتی ہے پھر اس کے بعد ہی مسائل کا جواب سامنے آسکتا ہے۔

**مثال:** ایک شخص بندہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم سارے بھائی جو کچھ بھی کماتے ہیں اس میں سے بقدرِ ضرورت رقم لے کر باقی اپنے والد صاحب کو دے دیتے ہیں تاکہ وہ گھر کے اخراجات پورے کر سکیں تو اس رقم کی

زکوٰۃ کس پر ہو گی؟ بندہ نے عرض کیا کہ یہ رقم کس کی ملکیت ہوتی ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یہ تو معلوم نہیں اور نہ ہی ایسی کوئی بات طے ہوئی ہے، تو بندہ نے کہا کہ یہ تو طے کرنا پڑے گا تب جا کر زکوٰۃ کا فیصلہ ہو گا، کیوں کہ زکوٰۃ کے لیے ملکیت کی تعیین ضروری ہے، جب مالک ہی واضح نہ ہو تو زکوٰۃ کا حکم کیسے پورا ہو سکتا ہے!

**جواب:** مذکورہ بالا مسئلے کی دو صورتیں بنتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ اگر والد کو وہ رقم مالک بنا کر دی جاتی ہو تو وہ رقم والد ہی کے نصاب میں شمار کی جائے گی، لیکن اگر وہ رقم والد کو مالک بنا کر نہیں دی جاتی ہو بلکہ صرف انہی کے پاس جمع رہتی ہو تو ایسی صورت میں اس رقم میں جن جن حضرات کا جتنا حصہ ہے اتنا حصہ ہر ایک کے نصاب میں شمار کیا جائے گا۔

اس طرح کی متعدد مثالیں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں جن کی وجہ سے تعیینِ ملکیت کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

## تعیینِ ملکیت کی اہم صورتیں:

ما قبل میں یہ بات بیان ہوئی کہ ہر ایک چیز سے متعلق ملکیت کا متعین ہونا ضروری ہے کہ یہ فلاں کی ملکیت ہے، یہ فلاں کی ملکیت ہے، اس کا مالک فلاں ہے۔ ہمارے معاشرے میں ویسے تو بہت سے معاملات ایسے ہیں جن میں ملکیت کی تعیین ہونی چاہیے البتہ اس کی چند عام اور اہم صورتیں درج کی جاتی ہیں تا کہ مسئلے کی اہمیت واضح ہو جائے اور اسی سے ہم سمجھ جائیں کہ یہ مسئلہ کس قدر حساس ہے:

### 1۔ والدین یا گھر کے سربراہ کو گھر کے اخراجات وغیرہ کے لیے دی گئی رقم سے متعلق تعیینِ ملکیت:

اولاد جب گھر کے اخراجات چلانے کے لیے رقم گھر کے سربراہ یا والد کو دیتی ہے تو اس میں بھی یہ واضح ہونا چاہیے کہ آیا یہ رقم والد کو مالک بنا کر دی جا رہی ہے یا محض انتظامی طور پر ان کے حوالے کر دی جاتی ہے اور وہ بدستور اولاد ہی کی ملکیت میں رہتی ہے؟ یہ سب کچھ واضح ہونا چاہیے۔

## 2۔ مشترکہ رقم، کاروبار اور دیگر اموالِ زکوٰۃ سے متعلق ملکیت کی تعیین:

جو رقم، کاروبار اور دیگر اموالِ زکوٰۃ مشترک ہوں ان میں بھی حصوں کی وضاحت ہونی چاہیے کہ ان چیزوں میں کس کا کتنا حصہ ہے؟ تاکہ ملکیت اور حصے واضح رہے۔

## 3۔ مشترکہ فیملی بزنس میں شُرکاء کی ذاتی حیثیت اور ان کے حصوں کی تعیین:

گھر یا خاندان کے افراد مشترکہ طور پر جو کاروبار کرتے ہوں تو اس میں بھی ہر ایک کی حیثیت طے ہونی چاہیے کہ کون کاروبار کا مالک ہے اور کون محض تنخواہ دار ملازم ہے؟ اسی طرح جو حضرات کاروبار میں شریک ہیں تو ہر ایک کا اس میں کتنا کتنا حصہ ہے؟ یہ سب طے ہو جانا چاہیے۔

## 4۔ کسی بیٹے کو والد کی جانب سے دیے گئے مال یا بزنس سے متعلق ملکیت کی تعیین:

جب والد اپنے کسی بیٹے کو کاروبار کے لیے رقم دیتا ہے تو اس میں یہ واضح ہونا چاہیے کہ والد بیٹے کو یہ رقم قرض کے طور پر دے رہا ہے یا ہدیہ کے طور پر؛ یہ بات واضح ہو جانی چاہیے۔

## 5۔ کسی بیٹے کو والد کی جانب سے حوالہ کیے گئے بزنس سے متعلق ملکیت کی تعیین:

جب والد اپنے بیٹے کو اپنا کاروبار حوالہ کرتا ہے تو اس میں یہ واضح ہونا چاہیے کہ والد بیٹے کو اس کاروبار کا مالک بنا رہا ہے، یا بدستور والد ہی مالک رہے گا اور بیٹا اپنے اخراجات کی رقم وصول کرتا رہے گا؟ یہ بات واضح ہونی چاہیے کیوں کہ بعد میں اس میں بڑی خرابیاں سامنے آتی ہیں۔

## 6۔ والد کے ساتھ کام کرنے والے بیٹے کی ذاتی حیثیت کی تعیین:

جب کوئی بیٹا والد کے ساتھ کام کر رہا ہو تو اس سے متعلق یہ واضح ہونا چاہیے کہ اس کاروبار میں اس بیٹے کی حیثیت کیا ہے؟ کیا وہ حصہ دار شریک ہے یا وہ تنخواہ دار ملازم ہے جو اپنی صوابدید پر یا طے شدہ قواعد کے تحت کاروبار سے اپنے لیے رقم وصول کر لیتا ہے؟

## 7۔ مشترکہ طور پر جمع کی جانے والی کمیٹی میں حصہ داروں کے حصے کی تعیین:

بسا اوقات گھروں میں مشترکہ طور پر کمیٹی ڈالی جاتی ہے تو اس میں بھی شُرکاء کے حصوں کی تعیین ضروری ہے۔

## 8۔ گھر بنانے کے لیے مشترکہ طور پر جمع کی جانے والی رقم میں ملکیت کی تعیین:

بسا اوقات گھروں میں گھر بنانے یا زمین خریدنے کے لیے مشترکہ طور پر رقم جمع کی جاتی ہے، اس میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اس جمع کی جانے والی رقم کا مالک کون ہے؟ کیا کسی ایک کی ملکیت میں ہے یا سبھی اس کے مالک ہیں؟ اگر سبھی مالک ہوں تو پھر اس میں ہر ایک کے حصے کی تعیین ہونی ضروری ہے۔ بہت سے لوگ اس میں ملکیت متعین نہیں کرتے جو کہ بڑی غلطی ہے۔

## 9۔ مشترکہ رقم سے گھر بنانے کی صورت میں ملکیت کی تعیین:

چند بھائی یا گھر کے افراد رقم ملا کر گھر کی تعمیر کر لیں تو اس میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس گھر میں کس کا کتنا حصہ ہے؟

## 10۔ مشترکہ طور پر قرض لینے کی صورت میں ہر ایک کے حصے کی تعیین:

گھر کے افراد کسی ضرورت کی خاطر مشترکہ طور پر قرض لے لیتے ہیں لیکن اس میں یہ وضاحت نہیں کرتے کہ یہ قرض کس تناسب سے مشترک ہے اور ہر ایک پر کتنا قرض لاگو ہوا ہے؟ حالاں کہ اس کی تعیین ہونی چاہیے۔

## ملکیت کی تعیین اور فکرِ آخرت:

حقیقت یہ ہے کہ ملکیت کی تعیین اور وضاحت کے معاملے میں وہی لوگ فکر مندی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں جو آخرت میں جوابدہی کا خوف رکھتے ہیں، جو شرعی احکام پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ رکھتے ہیں اور اللہ کو راضی

کرنے کی فکر کرتے ہیں، اور یہی ہمارے حضرات اکابر اور بزرگانِ دین کا طرزِ عمل رہا ہے، جبکہ اس سے غفلت انسان کی فکرِ آخرت اور دینداری پر سوالیہ نشان لگادیتی ہے!!

## خلاصہ:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ ملکیت کی تعیین کس قدر اہمیت رکھتی ہے، اس لیے زکوٰۃ کی ادائیگی کا مسئلہ ہو یا زکوٰۃ لینے کا؛ بہر صورت ملکیت کی تعیین ضروری ہے کیوں کہ اس کے بغیر زکوٰۃ کے حکم پر ٹھیک طرح عمل نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے تمام تر غلطیوں سے حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ ملکیت کی تعیین اور امتیاز کرلیا جائے۔

**فائدہ:** تعیینِ ملکیت کے مسئلے کی مکمل تفصیل کے لیے دیکھیے بندہ کا سلسلہ اصلاحِ اغلاط نمبر 205: تعیینِ ملکیت: حقیقت، اہمیت، فوائد اور کوتاہیاں۔

## حاصلِ تحریر:

زیرِ نظر تحریر کا حاصل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں ہر ایک کی ذاتی ملکیت کا اعتبار ہوتا ہے جس کے لیے ذاتی ملکیت کی پہچان ضروری ہے اور ذاتی ملکیت کی پہچان کے لیے ملکیت کی تعیین اور امتیاز ضروری ہے۔

# زکوٰۃ کس کو دینا جائز ہے؟

تفصیلی فہرست:

- زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے وقت مخصوص مصارف کی رعایت۔
- زکوٰۃ کی ادائیگی کے آٹھ مصارف۔
- زکوٰۃ کا مستحق کون ہے؟
- ضرورت سے زائد سامان سے متعلق وضاحت۔
- وہ افراد جن کو مستحق ہونے کے باوجود بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔
- یتیم، معذور اور بیوہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ لینے کا حکم۔
- غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔
- کسی ایک مستحق کو کس قدر زکوٰۃ دینا درست ہے؟
- زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے چند ضروری امور۔
- کیا زکوٰۃ رقم ہی کی صورت میں دینا ضروری ہے؟

## زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے وقت مخصوص مصارف کی رعایت:

شریعت نے زکوٰۃ کی ادائیگی کے مخصوص مصارف بیان فرمائے ہیں کہ زکوٰۃ صرف انھی مصارف کو دی جاسکتی ہے، ان مصارف کے علاوہ کسی اور جگہ زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اس مسئلہ کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ زکوٰۃ صرف مستحق ہی کو دی جاسکتی ہے، جو مستحق نہ ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ اس مسئلے کا تقاضا یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے وقت اس بات کی مکمل تحقیق کرلینی چاہیے کہ جس کو زکوٰۃ دی جارہی ہے وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے یا نہیں۔ اس لیے یہ کافی نازک معاملہ ہے جس میں احتیاط ضروری ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ زکوٰۃ ادا کرتے وقت شریعت کی مقرر کردہ حدود وشرائط کی پاسداری نہیں کرتے بلکہ ہر کسی کو زکوٰۃ دے دیتے ہیں تو ایسے لوگ صریح غلطی کا شکار ہیں، ظاہر ہے کہ جس شریعت کے حکم کی تعمیل میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی جارہی ہے اسی شریعت نے زکوٰۃ کی ادائیگی کا جو طریقہ کار مقرر کیا ہے اس کی بھی پاسداری کرنی چاہیے۔ اس لیے زکوٰۃ کی ادائیگی شریعت کے اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے۔

## زکوٰۃ کی ادائیگی کے آٹھ مصارف:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورۃ التوبہ آیت نمبر 60 میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں، جن کی تفصیل تفسیر معارف القرآن میں دیکھی جاسکتی ہے، یہاں صرف آیت اور اس کا ترجمہ ذکر کیا جاتا ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّـفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَفِى الرِّقَابِ وَالۡغٰرِمِيۡنَ وَفِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ‌ ؕ فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ۔

**ترجمہ:** صدقات تو دراصل حق ہے فقیروں کا، مسکینوں کا اور ان اہلکاروں کا جو صدقات کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں، اور ان کا جن کی دلداری مقصود ہے، نیز انہیں غلاموں کو آزاد کرنے میں اور قرض داروں کے قرضے ادا کرنے میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافروں کی مدد میں خرچ کیا جائے۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زکوٰۃ ہر ایک کو اور ہر جگہ نہیں دی جا سکتی، بلکہ اس کے لیے مخصوص مصارف ہیں، جن کی پاسداری ضروری ہے۔

ذیل میں زکوٰۃ کے مستحق ہونے اور مستحق نہ ہونے سے متعلق بنیادی باتیں ذکر کی جاتی ہیں، جن کو سمجھنے سے شریعت کے مطابق زکوٰۃ کی ادائیگی میں سہولت رہے گی ان شاءاللہ۔

## زکوٰۃ کا مستحق کون ہے؟

زکوٰۃ صرف اسی شخص کو دینا جائز ہے جس کے پاس زکوٰۃ کا نصاب بھی نہ ہو اور صدقۃ الفطر کا نصاب بھی نہ ہوں۔ اس کی تفصیل رسالے کے شروع میں ''زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ'' کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

نصاب کو دیکھتے ہوئے زکوٰۃ کے معاملے میں مسلمانوں کے تین طبقات ہیں:

- پہلا وہ طبقہ جن پر زکوٰۃ فرض ہے۔
- دوسرا وہ طبقہ جن پر زکوٰۃ فرض بھی نہیں اور ان کے لیے زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں۔
- تیسرا وہ طبقہ جن کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

**مسئلہ 1**۔ جس شخص کے پاس زکوٰۃ کا نصاب موجود ہے تو اس کے ذمّے زکوٰۃ بھی فرض ہے اور اس کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب ہے، اور ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں۔

**مسئلہ 2**۔ جس شخص کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہ ہو لیکن صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ تو فرض نہیں البتہ اس کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے، اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

**مسئلہ 3**۔ زکوٰۃ صرف اسی شخص کو دینا جائز ہے جس کے پاس زکوٰۃ کا نصاب بھی نہ ہو اور صدقۃ الفطر کا نصاب بھی نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ دیتے وقت صرف یہ دیکھنا کافی نہیں کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں، بلکہ

زکوٰۃ دیتے وقت یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس کے پاس صدقۃ الفطر اور قربانی جتنا نصاب ہے یا نہیں۔

**مسئلہ:** جس شخص کے پاس مالِ زکوٰۃ اتنا ہو کہ جو نصاب کو نہ پہنچتا ہو، اور اس کے پاس ضرورت سے زائد سامان بھی اتنا نہ ہو کہ جس کی قیمت چاندی کے نصاب تک پہنچتی ہو تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

(ردالمحتار، امدادالاحکام)

**مسئلہ:** جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سامان بھی ہو اور سونا، چاندی اور رقم میں سے ہر ایک یا بعض بھی کچھ کچھ موجود ہو، لیکن ان سب کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی تک نہ پہنچتی ہو تو ایسا شخص بھی زکوٰۃ کا مستحق ہے، اور اگر پہنچتی ہو تو زکوٰۃ کا مستحق نہیں۔ (ردالمحتار)

ما قبل میں یہ بات تفصیل سے بیان ہوئی کہ زکوٰۃ لینے کے لیے ضرورت سے زائد سامان کو بھی دیکھا جاتا ہے، ذیل میں ضرورت سے زائد سامان کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

# ضرورت سے زائد سامان سے متعلق وضاحت

## ضرورت کی چیزیں:

جو چیزیں ضرورت اور استعمال کی ہیں ان کا تو اعتبار نہیں کیا جاتا جیسے: رہائشی مکان، پہننے کے کپڑے اور جوتے، کھانے پینے کے برتن، ضرورت کی گاڑی، گھریلو ضرورت میں استعمال ہونے والی چیزیں جیسے سلائی اور دھلائی کی مشینیں، پنکھا، فرنیچر، فریج، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، موبائل فون، اسی طرح صنعت و حرفت یعنی پیشے، تجارت اور مزدوری کے آلات واوزار جیسے درزی کی سلائی مشینیں، فیکٹری کی مشینیں وغیرہ؛ سب ضرورت کی چیزیں ہیں۔

**مسئلہ:**

جو غلّہ یعنی گندم، چاول، گھی، آٹا، چینی اور دیگر کھانے کی چیزیں جو مہینے یا سال بھر کی ضروریات کے لیے

رکھا ہوا ہو اور وہ نصاب کے برابر بھی ہو تب بھی وہ ضرورت کی چیزوں میں آتا ہے۔

(ردالمحتار، المحیط البرہانی، فتاویٰ عثمانی، زکوٰۃ کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

## ضرورت سے زیادہ سامان سے کیا مراد ہے؟

1۔ ضرورت سے زائد سامان سے مراد وہ چیزیں ہیں جو کسی بھی طرح استعمال میں آتی نہ ہوں جیسے:

- محض زیب وزینت کے لیے رکھے گئے برتن وغیرہ۔
- وہ چیزیں جو پرانی یا خراب ہونے کی وجہ سے ویسے ہی گھروں میں پڑی رہتی ہیں اور قیمت بھی رکھتی ہیں جیسے فالتو مشینیں، فالتو فرنیچر وغیرہ؛ یہ سب چیزیں ضرورت سے زائد ہیں۔

2۔ اگر کسی کے پاس اپنے گھر کے علاوہ کوئی خالی پلاٹ ہو تو وہ بھی ضرورت سے زائد ہے۔

3۔ کسی نے اپنا ایک گھر کرایے پر دے رکھا ہو تو اگر اس کا کرایہ گھر کی ضروریات میں استعمال ہوتا ہو تو وہ ضرورت سے زائد نہیں، لیکن اگر وہ کرایہ گھر کی ضرورت سے زائد ہو تو وہ گھر ضرورت سے زائد چیزوں میں شمار ہوگا۔ (بہشتی زیور)

4۔ کسی شخص کے پاس دو گاڑیاں ہیں، جن میں سے ایک گاڑی ضرورت اور استعمال کی ہے جبکہ دوسری گاڑی استعمال میں نہیں آتی تو وہ بھی ضرورت سے زائد ہے۔

مزید تفصیل کے لیے اہلِ علم حضرات سے رابطہ فرمائیں۔

## وہ افراد جن کو مستحق ہونے کے باوجود بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنھیں مستحق ہونے کے باوجود بھی اپنی زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

1۔ اپنے اصول یعنی والدین، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

2۔ اپنے فروع یعنی اولاد، پوتا پوتی، نواسا نواسی وغیرہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

3۔ میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔

ان کے علاوہ اپنے دیگر رشتہ دار جیسے: بھائی، بہن، ساس، سسر، بہو، داماد، ماموں، ممانی، خالہ، خالو، پھوپھی، پھوپھا، چچا، چچی، دیور، دیورانی، جیٹھ، جیٹھانی، سمدھی، سمدھن، سالہ، سالی، نند، بہنوئی، بھابھی، بھانجا، بھانجی، بھتیجا، بھتیجی وغیرہ؛ سب کو زکوۃ دینا جائز ہے اگر وہ مستحق ہوں۔ (ردالمحتار، امداد الفتاویٰ، امداد الاحکام)

4۔ سید یعنی بنو ہاشم کو عام حالات میں زکوۃ دینا جائز نہیں، بلکہ ان کے ساتھ نفلی صدقات اور ہدیہ وغیرہ سے تعاون کرنا چاہیے، البتہ اگر ان کی مالی حالت اس قدر سنگین ہو کہ مانگنے کی نوبت آرہی ہو اور زکوۃ کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہ ہو تو انھیں زکوۃ دینے کی گنجائش ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: فتویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر: 38/1446)

**مسئلہ:** نابالغ کو زکوۃ اس صورت میں دینا جائز ہے جب اس کا والد بھی زکوۃ کا مستحق ہو، ورنہ تو جائز نہیں۔

## یتیم، معذور اور بیوہ ہونے کی وجہ سے زکوۃ لینے کا حکم:

آجکل بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ کسی لڑکے کا یتیم ہونا، کسی عورت کا بیوہ ہونا یا کسی شخص کا اپاہج یا معذور ہونا زکوۃ کے مستحق ہونے کے لیے کافی ہے، حالاں کہ یہ غلط فہمی ہے، کیوں کہ زکوۃ کے مستحق ہونے کا تعلق معذور، اپاہج، یتیم اور بیوہ ہونے کے ساتھ نہیں بلکہ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مالی اعتبار سے زکوۃ کے مستحق ہوں، اس لیے اگر کوئی یتیم، بیوہ، اپاہج یا معذور زکوۃ کا مستحق نہیں یعنی ان کے پاس زکوۃ یا صدقۃ الفطر کا نصاب موجود ہو تو ان کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔

## غیر مسلم کو زکوۃ دینا جائز نہیں:

واضح رہے کہ زکوۃ صرف مسلمان مستحق ہی کو دینا جائز ہے، اس کے علاوہ کسی غیر مسلم کو دینا جائز نہیں۔

## کسی ایک مستحق کو کس قدر زکوۃ دینا درست ہے؟

یوں تو کسی مستحق کو جس قدر بھی زکوۃ دی جائے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی، البتہ کسی مجبوری کے بغیر اس کو

اس قدر زکوۃ دینا مکروہ ہے کہ وہ خود صاحبِ نصاب بن جائے۔

## زکوۃ کی ادائیگی کے لیے چند ضروری امور:

1۔ زکوۃ ادا کرتے وقت کسی مستحق کو اس زکوۃ کا مالک بنانا ضروری ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی مستحق کو مالک بنائے بغیر زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

2۔ زکوۃ کی رقم سے مسجد، اسکول، مدرسہ، سڑکیں، ہسپتال، کنواں وغیرہ بنانا جائز نہیں۔

3۔ زکوۃ کی رقم تنخواہ، مزدوری یا کسی اور چیز کے عوض میں دینا جائز نہیں۔

4۔ کسی ٹرسٹ یا رفاہی ادارے کو زکوۃ دینے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لینا چاہیے کہ وہ آپ کی زکوۃ شرعی طریقے سے مستحقین تک پہنچا دیتے ہوں، آجکل بعض رفاہی ادارے مستحقین کی رعایت اور تحقیق کیے بغیر زکوۃ دے دیتے ہیں جبکہ بعض ادارے تو زکوۃ کی ادائیگی کے لیے مستحق ہونے کے مسئلہ کو تسلیم ہی نہیں کرتے تو ایسے رفاہی اداروں کو ہرگز زکوۃ نہیں دینی چاہیے۔

## کیا زکوۃ رقم ہی کی صورت میں دینا ضروری ہے؟

زکوۃ کو رقم ہی کی صورت میں ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ کپڑے، جوتے، کھانے پینے کی چیزوں اور اسی طرح کسی بھی صورت میں ادا کرنا درست ہے البتہ اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ زکوۃ میں جو بھی چیز دی جائے تو مستحق کو مالک بنا دیا جائے۔ (ردالمحتار، امدادالفتاوٰی)

## مسئلہ:

بعض لوگ زکوۃ کی مد میں راشن تقسیم کرتے وقت اس بات کا لحاظ نہیں رکھتے کہ جس کو راشن دیا جارہا ہے وہ مستحق ہے بھی یا نہیں، بلکہ یوں ہی عمومی تقسیم کردیتے ہیں، یہ طریقہ ہرگز درست نہیں، اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

# زکوٰۃ کتنی ادا کرنی ہے؟

# مع زکوٰۃ کے متفرّق مسائل

تفصیلی فہرست:

- زکوٰۃ کتنی ادا کرنی ہے؟
- زکوٰۃ کی مقدار معلوم کرنے کا آسان طریقہ۔
- اہلِ علم کے لیے نکتہ۔
- زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نیت کا حکم۔
- زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کا حکم۔
- زکوٰۃ کی ادائیگی کی وصیت کرنے کا حکم۔
- زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو جانے کے بعد مال ہلاک، ضائع یا خرچ ہو جانے کا حکم۔
- زکوٰۃ کیسے ادا کریں؟

## زکوٰۃ کتنی ادا کرنی ہے؟

کل مالِ زکوٰۃ میں سے ڈھائی فیصد (2.5%) زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے، جو کہ چالیسواں حصہ بنتا ہے۔

## زکوٰۃ نکالنے کی مقدار معلوم کرنے کا آسان طریقہ:

کل مالِ زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ یا ڈھائی فیصد معلوم کرنے کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ کل مالِ زکوٰۃ کو 40 پر تقسیم کریں، جو جواب آئے تو وہی زکوٰۃ کی واجب مقدار ہو گی۔

**مثال:** ایک لاکھ روپے کو 40 پر تقسیم کیا جائے تو 2500 روپے آتے ہیں اور یہی زکوٰۃ کی مقدار ہے۔

## اہلِ علم کے لیے نکتہ:

احادیث اور فقہ کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ چاندی کے نصابِ زکوٰۃ 200 دراہم پر 5 دراہم زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، جبکہ سونے کے نصابِ زکوٰۃ 20 دینار پر آدھا دینار زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اس سے یہ اصول معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ نصاب شخص پر کل مالِ زکوٰۃ میں سے چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے کیوں کہ 200 دراہم کا چالیسواں حصہ 5 دراہم جبکہ 20 دینار کا چالیسواں حصہ آدھا دینار ہے۔ واضح رہے کہ ڈھائی فیصد چالیسواں حصہ ہی کہلاتا ہے۔

## احادیث مبارکہ:

- سنن أبي داود:

1574- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ وَعَنِ الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه، قَالَ زُهَيْرٌ: أَحْسَبُهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «هَاتُوا رُبْعَ الْعُشُورِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ، وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ شَيْءٌ حَتَّى تَتِمَّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ، فَإِذَا كَانَتْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، فَمَا زَادَ فَعَلَى حِسَابِ ذَلِكَ.... الحديث

1575- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ وَسَمَّى

آخَرَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ وَالْحَارِثِ الأَعْوَرِ عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِبَعْضِ أَوَّلِ هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ -يَعْنِي فِي الذَّهَبِ- حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، فَإِذَا كَانَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ، فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذَلِكَ». -قَالَ: فَلَا أَدْرِي أَعَلِيٌّ يَقُولُ: «فَبِحِسَابِ ذَلِكَ»، أَوْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ.... الحديث

## زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نیت کا حکم:

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نیت ضروری ہے کہ دل میں یہ نیت ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے زکوٰۃ ادا کر رہا ہوں، البتہ اگر کسی نے ہدیہ، تحفہ، انعام یا عیدی کہہ کر زکوٰۃ ادا کی لیکن اس کے دل میں زکوٰۃ ہی کی نیت تھی تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (رد المحتار دیگر کتبِ فقہ)

## زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کا حکم:

سال مکمل ہو جانے کی صورت میں جب زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو جائے تو اس کی فوری ادائیگی ضروری ہے، کسی معقول عذر کے بغیر زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کوئی معقول عذر ہو تو اس عذر کے ختم ہونے تک تاخیر کی جا سکتی ہے۔

## زکوٰۃ کی ادائیگی کی وصیت سے متعلق احکام:

1۔ جس شخص کے ذمے زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہو چکی ہو اسے چاہیے کہ وہ اسے جلد سے جلد ادا کر دے، لیکن اگر ادائیگی کی کوئی صورت نہ ہو تو اس کی وصیت کر جائے۔

2۔ اگر کسی شخص نے زکوٰۃ کی ادائیگی کی وصیت کی ہو اور اس نے ترکہ میں مال بھی چھوڑا ہو تو ایسی صورت میں ورثہ کے ذمے ایک تہائی ترکہ میں سے اس زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے، لیکن اگر زکوٰۃ ایک تہائی ترکہ سے زیادہ ہو تو ایسی صورت میں ورثہ پر اس زائد زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری نہیں، البتہ اگر عاقل، بالغ ورثہ اپنی خوشی سے اپنے

مال میں سے یہ زائد زکوٰۃ ادا کرنا چاہے تو یہ میت پر احسان ہوگا۔

3۔اسی طرح اگر میت نے وصیت نہ کی ہو یا اس نے وصیت تو کی ہو لیکن ترکہ میں مال نہ چھوڑا ہو تو ایسی صورت میں بھی ورثہ پر میت کی زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری نہیں، البتہ اگر عاقل، بالغ ورثہ اپنی خوشی سے اپنے مال میں سے یہ زائد زکوٰۃ ادا کرنا چاہے تو یہ میت پر احسان ہوگا۔

## زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہو جانے کے بعد مال ہلاک، ضائع یا خرچ ہو جانے کا حکم:

زکوٰۃ کی شرائط پائی جانے کی صورت میں سال مکمل ہونے کے بعد کسی شخص پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہو گئی اور اس کے بعد اس کا مالِ زکوٰۃ چوری ہو گیا یا غیر اختیاری طور پر جل گیا، ہلاک ہو گیا یا ضائع ہو گیا تو ایسی صورت میں زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے، البتہ اگر کچھ باقی ہے تو اسی کے حساب سے ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ لیکن اگر اسے خرچ کیا، کسی کو ہدیہ دیا یا اپنے اختیار سے اسے ہلاک اور ضائع کیا تو ایسی صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی بدستور فرض رہے گی۔

## زکوٰۃ کیسے ادا کریں؟

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے اموالِ زکوٰۃ کا حساب وکتاب کرتا رہے تاکہ معلوم ہو جایا کرے کہ وہ صاحبِ نصاب بنا ہے یا نہیں۔ چنانچہ جس اسلامی تاریخ کو اس کے پاس اتنا مال آجائے کہ وہ نصاب تک پہنچتا ہو تو وہی اسلامی تاریخ اپنے پاس نوٹ کرلے جیسے وہ یکم شعبان کو صاحبِ نصاب بنا تو یہ تاریخ نوٹ کرلے، پھر اگلے سال جب شعبان کی یہی یکم تاریخ آجائے تو اپنے مال کا حساب لگالے، اگر وہ اس یکم شعبان کو بھی صاحبِ نصاب ہوا تو جتنا قابلِ زکوٰۃ مال اس کے پاس ہو سب کی زکوٰۃ دے دے، اور اگر اس تاریخ کو صاحبِ نصاب نہ ہوا تو اس کے ذمّے زکوٰۃ فرض نہیں رہی، بلکہ اب جب دوبارہ اس کے پاس جس اسلامی تاریخ کو نصاب کے بقدر مال آجائے تو اسی تاریخ سے دوبارہ سال شروع ہو جائے گا۔

# زکوٰۃ فارم

## قابلِ زکوٰۃ اموال:

زکوٰۃ میں درج ذیل اموال کا حساب لگایا جاتا ہے:

- سونا خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو۔
- چاندی خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو۔
- مالِ تجارت یعنی بیچنے کی حتمی نیت سے خریدا گیا مال، مکان، دکان وغیرہ۔
- اپنی ملکیت میں موجود ملکی اور غیر ملکی کرنسی۔
- حج یا عمرہ کرنے، مکان بنوانے، گاڑی خریدنے یا شادی بیاہ وغیرہ کے لیے جمع کی گئی رقم۔
- کسی کے پاس امانت رکھوائی گئی رقم، سونا یا چاندی۔
- کسی کو قرض کے طور پر دی ہوئی رقم جس کے ملنے کی امید ہو بھلے تاخیر سے ہی کیوں نہ ہو۔
- وہ رقم جو کسی کے ذمّے ادھار ہو جس کے ملنے کی امید ہو بھلے تاخیر سے ہی کیوں نہ ہو۔
- بینک اکاؤنٹ میں جمع کرائی گئی رقم۔
- ایزی پیسہ جیسے اکاؤنٹس میں جمع کرائی گئی رقم۔
- انشورنس یعنی بیمہ پالیسی میں جمع کرائی گئی رقم۔
- پرائز بانڈ کی اصل رقم۔
- مشترکہ کاروبار جیسے شرکت و مضاربت وغیرہ میں لگائی گئی رقم۔
- کاروبار میں نفع کے طور پر حاصل ہونے والی رقم۔
- نوکری اور ملازمت سے ملنے والی تنخواہ کی رقم۔
- کمیٹی یعنی بی سی میں جمع کرائی گئی رقم جبکہ بی سی اب تک وصول نہ ہوئی ہو۔
- بچت سرٹیفیکیٹ جیسے NIT, NDFC, FEBC میں جمع کرائی گئی اصل رقم۔

- کمپنی کے شیئرز جو تجارت کی نیت سے خریدے گئے ہوں۔
- جو شیئرز نفع کی غرض سے خریدے گئے ہوں ان میں کمپنی کے ناقابلِ زکوۃ اثاثے منہا کیے جا سکتے ہیں، البتہ بہتر یہی ہے کہ احتیاطاً ان کی پوری قیمت لگائی جائے۔
- مصنوعات کی تیاری کے لیے موجود خام مال (Raw Material)۔
- تیاری کے مراحل (Work in process) سے گزرنے والا مال۔
- تیار مال یعنی مصنوعات (Finish Good, Product)۔
- مصنوعات کی تیاری کے دوران خراب یا بے کار ہو جانے والا مال (Waste product) جبکہ اس کو فروخت کرنے کی نیت ہو۔

## منہا کیے جانے والے قرضے اور واجب الاداء رقوم:

- مکان، دکان یا گاڑی وغیرہ کا کرایہ۔
- قرضہ۔
- اسکول، انسٹیٹیوٹ اور دیگر تعلیمی اداروں کی فیسیں۔
- فون، گیس، بجلی اور پانی کے بِل یا دیگر سرکاری اور غیر سرکاری اخراجات کے بِل۔
- ادھار پر لیے ہوئے گھریلو راشن کے بِل۔
- ملازمین کی تنخواہیں اور مزدوروں کی اجرت۔
- ادھار اور قسطوں پر لیے ہوئے سامان، دکان، مکان یا گاڑی وغیرہ کی رقم۔
- ادھار پر لیے ہوئے مالِ تجارت کی رقم۔
- کمیٹی اور بی سی وصول کرنے کے بعد اس کی بقیہ قسطیں۔

- بیوی کا مہر جو کہ ادا نہ کیا ہو البتہ ادا کرنے کی نیت ہو، چاہے معجل ہو یا مؤجل۔ (البتہ بعض اہلِ علم کے نزدیک مہر مؤجل منہا نہیں کیا جائے گا۔)
- پچھلے سالوں کی زکوٰۃ جو کہ ادا نہیں کی گئی ہو۔

وضاحت: ان مذکورہ چیزوں کی تفصیلات رسالے میں ذکر کی گئی ہیں، اس لیے زکوٰۃ کی ادائیگی سے پہلے ان کی تفصیلات دیکھ لی جائیں تاکہ غلطی سے حفاظت ہو سکے۔

## زکوٰۃ کا حساب لگانے کا طریقہ:

زکوٰۃ کا حساب لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ قابلِ زکوٰۃ اموال کی قیمت لگا کر سب کو جمع کر دیں، پھر ان میں سے قرضے اور واجب الاداء رقوم کو منہا یعنی منفی کر دیں، بقیہ مال اگر نصاب کو نہیں پہنچتا تو زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی، البتہ اگر نصاب کو پہنچتا ہے تو زکوٰۃ واجب ہو گی، ایسی صورت میں کل مالِ زکوٰۃ کو 40 پر تقسیم کر دیں، جو جواب آئے تو اتنی ہی مقدار میں زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو گی۔

**فائدہ:** زکوٰۃ کے مذکورہ فارم کے لیے جامعہ دار العلوم کراچی کے فارم (فتویٰ نمبر: 61/1085) کو بنیاد بنایا گیا ہے، البتہ عوام کی آسانی کے لیے اس میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔

**فائدہ:** زیرِ نظر تحریر میں مسائل رد المحتار، فتاویٰ ہندیہ، فتاویٰ عثمانی، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، زکوٰۃ کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم ودیگر کتب سے ماخوذ ہیں۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
24 شعبان المعظم 1441ھ/18 اپریل 2020